بعونہٖ تعالیٰ

تشریح

عقائد نامہ انجمن نعمانیہ ہند

صدر مقام لاہور

مدوّنہ و مرتبہ

مولٰنا مولوی حاجی نور بخش صاحب توکلی ایم۔ اے پنشنر

بحکم اراکینِ انجمن موصوف

صفر المظفر ۱۳۴۵ھ

خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا

میم قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علی سیدنا مولانا و وسیلتنا فی الدارین محمد و علی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ٭

امابعد بندہ عاصی امیدوار رحمت الٰہی محمد نور بخش نقشبندی توکلی عرض پرداز ہے۔ کہ شریعت کے دو جزو ہیں اعتقادی و عملی۔ چونکہ اعتقادی اصول دین و ضروریات اسلام سے ہے اور عملی فروع دین سے ہے۔ اس لئے اعتقاد کو درست کرنا مقدم ہے۔ اور تصحیح اعتقاد کے بعد اعمال کا بجا لانا ناگزیر ہے۔ عقائد کی اہمیت کو ملحوظ رکھ کر انجمن نعمانیہ ہند لاہور نے ایک عقائد نامہ مرتب کیا ہوا ہے۔ جو علمائے حقانی کی جماعت کثیرہ کی نظر سے گذر چکا ہے۔ بلحاظ مضمون اس کے اچھا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مگر عام فہم نہیں۔ نظر بریں مکرمنا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین وکیل صاحب دبیر انجمن نے مجھ بے بضاعت کو ارشاد فرمایا ہے جہانتک ہو سکے اس مضمون کو آسان عبارت میں ادا کردیا جائے۔ لہذا فقیر نے اس کی ترتیب کو جو موزون نہ تھی بدل ڈالا ہے۔ اور اجمال کی تفصیل کردی ہے۔ اور عبارت کو آسان کردیا ہے۔ اور بعض ضروری امور زیادہ کرگئے ہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ امور ذیل کو دل سے سچ ماننے اور زبان سے پورا اقرار کرے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ ترجمہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے پیغمبروں پر اور پچھلے دن پر اور تقدیر پر یعنی نیکی بدی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔

ذیل میں اِن امور کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ذاتِ باریتعالٰے

(۱) پروردگار عالم ایک ہے۔ مگر وہ ایک کہ جس کا دوسرا نہیں۔ عبادت کے لائق وہی ہے۔ ذات وصفات وافعال میں کوئی اُس کا شریک نہیں۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ باپ اور نہ کوئی اُس کے جوڑ کا ہے۔ نہ کوئی اُس کا مددگار ہے نہ مخالف نہ ہمسر۔ وہ خالق ہے۔ ما سوا سب مخلوق ✤

(۲) اُس کا وجود واجب ہے۔ یعنی اُس کا پایا جانا ضرور ہے۔ اور اُس کا فنا ومعدوم ہونا محال ہے۔ وہ خود بخود موجود ہے۔ ما سوا کا وجود اس کا عطیّہ ہے ✤

(۳) وہ ازلی ابدی ہے۔ یعنی اُس کے وجود کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ✤

(۴) وہ ہر صفت کمال سے متصف ہے۔ کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ویسا ہی کامل تھا جیسا بعد میں۔ اُس کی ذات وصفات تبدیل سے مبرّا ہیں۔ وہ جہل کذب۔ حرکت۔ انتقال۔ جسمیۃ عرض عروج وزوال کی حقنی علامتیں ہیں۔ ان سے پاک ہے۔

بلکہ ہر ایسے وصف سے منزہ ہے۔ جسے حِس پا سکے یا خیال تصور کر سکے یا عقل احاطہ کر سکے یا جہاں وہم کی رسائی ہو سکے

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست
وآنچہ در اندیشہ ناید آں خداست

وہ جوہر[1] نہیں جو محل حوادث ہوتا ہے۔ وہ جسم نہیں جو اپنی ترکیب کے لئے دو یا زیادہ جوہر کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ عرض نہیں جو اپنے قیام کے لئے جسم یا جوہر کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اپنے غیر کے ساتھ مل کر ایک نہیں بن جاتا۔ کیونکہ دو کا ایک ہونا محال ہے۔ واجب ممکن کا اور قدیم حادث[2] کا عین کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ کسی چیز میں سمایا ہوا نہیں اور نہ کوئی چیز اُس میں سما سکتی ہے۔ کیونکہ یہ تو اجسام کی ایک صفت ہے جیسا کہ پانی مٹی میں آگ پتھر میں اور انسان گھر میں۔ وہ مُصوَّر نہیں کہ اُس کی کوئی صورت وشکل ہو۔ وہ مرکب نہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے مِلکر بنا ہو۔ وہ معدود نہیں کہ اُسے گن سکیں وہ محدود نہیں کہ اس کی حد و غایت ہو۔ وہ زمانے میں نہیں۔ یعنی زمانہ اُسے گھیرے ہوئے نہیں۔ اور اُس کا وجود زمانے پر موقوف نہیں۔ جس حالت میں زمانہ نہ تھا۔ وہ موجود تھا۔

[1] جوہر وہ چیز ہے جو بذات خود قائم ہو۔ اور عرض ہے۔ جو بذاتِ خود قائم نہ ہو۔ بلکہ اُس کا قیام بوسیلۂ ہر یا جسم ہو۔ جیسا کہ رنگ اور کپڑا۔ کہ رنگ بغیر کپڑے کے نہیں ہو سکتا۔ ہاں کپڑا بغیر رنگ ہو سکتا ہے۔

[2] حادث وہ ہے جو عدم کے بعد وجود میں آئے۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ امور ذیل کو دل سے سچ ماننے اور زبان سے پورا اقرار کرے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ ترجمہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے پیغمبروں پر اور پچھلے دن پر اور تقدیر پر یعنی نیکی بدی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔

ذیل میں اِن امور کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ذاتِ باریتعالٰے

(۱) پروردگار عالم ایک ہے۔ مگر وہ ایک کہ جس کا دوسرا نہیں۔ عبادت کے لائق وہی ہے۔ ذات وصفات وافعال میں کوئی اُس کا شریک نہیں۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ باپ اور نہ کوئی اُس کے جوڑ کا ہے۔ نہ کوئی اُس کا مددگار ہے نہ مخالف نہ ہمسر۔ وہ خالق ہے۔ ما سوا سب مخلوق ٭

(۲) اُس کا وجود واجب ہے۔ یعنی اُس کا پایا جانا ضرور ہے۔ اور اُس کا فنا ومعدوم ہونا محال ہے۔ وہ خود بخود موجود ہے۔ ما سوا کا وجود اس کا عطیہ ہے ٭

(۳) وہ ازلی ابدی ہے۔ یعنی اُس کے وجود کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ٭

(۴) وہ ہر صفت کمال سے متصف ہے۔ کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ویسا ہی کامل تھا جیسا بعد میں۔ اُس کی ذات وصفات تبدیل سے مبرّا ہیں۔ وہ جہل۔ کذب۔ حرکت۔ انتقال۔ جسمیت۔ عرض۔ عروج وزوال کی حقنی علامتیں ہیں۔ ان سے پاک ہے ..

بلکہ ہر ایسے وصف سے منزہ ہے۔ جسے حس پا سکے یا خیال
تصور کر سکے یا عقل احاطہ کر سکے یا جہاں وہم کی رسائی ہو سکے

ہرچہ اندیشی پذیرائے فناست
وآنچہ در اندیشہ ناید آں خداست

وہ جوہر[1] نہیں جو محل حوادث ہوتا ہے۔ وہ جسم نہیں جو اپنی ترکیب کے لئے دو یا زیادہ جوہر کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ عرض نہیں جو اپنے قیام کے لئے جسم یا جوہر کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اپنے غیر کے ساتھ مل کر ایک نہیں بن جاتا۔ کیونکہ دو کا ایک ہونا محال ہے۔ واجب ممکن کا اور قدیم حادث[2] کا عین کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ کسی چیز میں سمایا ہوا نہیں اور نہ کوئی چیز اُس میں سما سکتی ہے۔ کیونکہ یہ تو اجسام کی ایک صفت ہے۔ جیسا کہ پانی مٹی میں آگ پتھر میں اور انسان گھر میں۔ وہ مُصوّر نہیں کہ اُس کی کوئی صورت و شکل ہو۔ وہ مرکب نہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے مل کر بنا ہو۔ وہ معدود نہیں کہ اُسے گن سکیں وہ محدود نہیں کہ اس کی حد و غایت ہو۔ وہ زمانے میں نہیں۔ یعنی زمانہ اُسے گھیرے ہوئے نہیں۔ اور اُس کا وجود زمانے پر موقوف نہیں۔ جس حالت میں زمانہ نہ تھا۔ وہ موجود تھا۔

۱؎ جوہر وہ چیز ہے جو بذاتِ خود قائم ہو۔ اور عرض ہے۔ جو بذاتِ خود قائم نہ ہو۔ بلکہ اُس کا قیام بوسیلہ ہر یا جسم ہو۔ جیسا کہ رنگ اور کپڑا۔ کہ رنگ بغیر کپڑے کے نہیں ہو سکتا۔ ہاں کپڑا بغیر رنگ ہو سکتا ہے +

۲؎ حادث وہ ہے جو عدم کے بعد وجود میں آئے +

ہیں۔ جن کے معنی اللہ تعالےٰ جانے ہم کو ایمان سے کام ہے ۔
حضرت امام الائمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کریم
میں جو خدا کا ید وجہ نفس مذکور ہیں وہ اُس کی صفات ہیں
جن کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں۔ یہہ نہ کہنا چاہیئے کہ ید اُس کی
قدرت یا نعمت ہے۔ کیونکہ اس کہنے میں اُس کی صفت کا
ابطال و انکار ہے انتہے۔

غرض ہمارا ایمان ہے کہ یہہ سب اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت ہیں
جیسا کہ اُس کی شان کے شایاں ہیں۔ ان کی کیفیت و حقیقت ہم
کو معلوم نہیں۔ متشابہات میں سلف کا یہی مذہب تھا ۔ اور
یہی ہمارا مختار ہے۔ بعضوں نے ملحدوں اور بدعتیوں کے
اعتراضات کے دفعیہ کے لئے ان کی تاویل کی ہے۔ مثلاً
استواء کے معنی استیلاء (غالب ہونا۔ قادر ہونا) بتاتے
ہیں۔ یعنی عرش جو اعظم المخلوقات ہے وہ بھی اُس کے قبضۂ
قدرت میں ہے۔ اس معنی کو ہم جائز کہہ سکتے ہیں مگر قطعی نہیں
کہہ سکتے۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ استواء سے
اللہ تعالےٰ کی یہی مُراد ہے۔ اسی طرح باقی کی تاویلیں ہیں ۔
جن کے بیان کی ضرورت نہیں ؎

۶ ۔ حقیقت الٰہیہ کے ادراک میں انبیاءے کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام اور اولیاءے عظام رحمہم اللہ تعالےٰ بھی عاجز ہیں۔
ہاں اُن کے لئے تجلیاتِ[۱] ذاتی و صفاتی حسبِ مراتب دُنیا
میں ہوتی ہیں ؎

---

۱ انوارِ غیوب کا دلوں پر منکشف ہونا تجلی کہلاتا ہے۔ تجلی ذاتی
وہ ہے۔ جس کا مبدء ذات ہو۔ اور ذات کے ساتھ کسی صفت (بقیہ بصفحہ ۷)

صفات باریتعالےٰ

(۱) اللہ تعالےٰ کی صفات حقیقیہ آٹھ ہیں :-

۱- حیات- مگر حق سبحانہٗ کی حیات روح نفس وتن سے نہیں- بلکہ وہ بنفسہ زندہ ہے- اور ماسوا کی زندگی اُسی سے ہے ٭

۲- قدرت- اِس صفت سے اللہ تعالےٰ تمام ممکنات پر قادر ہے- اور اُسے آلات اور غیر کی مدد کی حاجت نہیں- مُحالاتِ ذاتیہ قدرت الٰہی میں داخل نہیں- جیسے خدا کا شریک- یا اجتماع النقیضین ٭

۳- عِلم- کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا تھا- آسمان و زمین میں کوئی ذرہ اُس سے پوشیدہ نہیں- دلوں کے بھید اور رات کی تاریکی میں سمندر کی تہ کی چیزیں برابر جانتا ہے- بیابانوں میں ریت کے ذرّوں اور باغوں میں درختوں کے پتوں کی تعداد اُسے معلوم ہے- کسی چیز کے جاننے کے لئے اُسے تصوّر و فکر کی ضرورت نہیں- کیونکہ تمام کلیات و جزئیات- موجودات و معدومات- ممکنات- و مستحیلات اُس کے نزدیک ظاہر ہیں اور اُس کے علم میں حاضر ہیں

نہ کیا جائے- اگرچہ یہ تجلّی بواسطہ اسماء و صفات ہی ہوتی ہے- کیونکہ حق جل شانہٗ بحیثیت ذات موجودات پر اسماء کے حجابوں میں سے کسی حجاب کے پیچھے ہی سے جلوہ گر ہوتا ہے- تجلی صفاتی وہ ہے- کہ جس کا مبدء صفات میں سے کوئی خاص صفت ہو ٭

۴- کلام- اللہ تعالےٰ کا کلام ہمارے کلام کی طرح نہیں۔ کیونکہ ہم حلق زبان تالو ہونٹ اور دانت سے کلام کرتے ہیں۔ ہمارے کلام میں حروف و اصوات ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کے کلام میں حروف و اصوات اور توسط آلات نہیں۔ حروف و اصوات و آلات سب مخلوق ہیں۔ لیکن کلام خدا۔ مخلوق نہیں۔ یہہ کلام نفسی عبرانی سریانی عربی کے ساتھ متصف نہیں۔ عبرانی سریانی عربی تو وہ لفظ ہے۔ جو کلام نفسی پر دال ہے ۔

۵- سمع (سُننا)
۶- بصر (دیکھنا)

اللہ تعالےٰ کا سُننا اور دیکھنا ہمارے سننے اور دیکھنے کی مانند نہیں۔ وہ بغیر کان سنتا اور بغیر آنکھ دیکھتا ہے۔ وہ ہر آواز کو خواہ کتنی ہی خفی ہو سُن لیتا ہے۔ اور ہر چیز کو خواہ کتنی ہی دقیق ہو دیکھ لیتا ہے۔ اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی کے پاؤں کو جو سیاہ پتھر پر رینگ رہی ہو دیکھتا ہے اور اُس کے رینگنے کی آواز سُنتا ہے

۷- ارادہ- یہہ صفت دو ضد یعنی فعل و ترک میں ہے ایک کا ایک معین وقت میں واقع ہونا خاص کر دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت تو تمام ممکنات کو شامل ہے۔ مگر ایک وقت میں ایک چیز وقوع میں آتی ہے۔ حالانکہ اُس وقت میں اُس چیز کی ضد وقوع میں آسکتی تھی یا یہی چیز اُس وقت سے پہلے یا پیچھے واقع ہوسکتی تھی۔ پس کوئی ایسا امر ہے جس نے اس چیز کے وقوع کو ایک وقت معین سے خاص کردیا۔ یہی خاص کردینے

والا امر اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہے۔ ارادہ اور مشیت کے ایک ہی معنی ہیں ۔

۸۔ تکوین یا فعل۔ تکوین کے معنی کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا ہیں۔ احیاء۔ اماتت۔ ترزیق۔ (زندہ کرنا۔ مار ڈالنا۔ روزی دینا۔) وغیرہ اسی صفت کے آثار ہیں۔ امام اشعریؒ کے نزدیک تکوین صفات اضافیہ سے ہے اور حادث ہے۔ وہ قدرت و ارادہ کو ایجاد عالم میں کافی سمجھتے ہیں۔ امام ابو منصور ماتریدیؒ کے نزدیک تکوین ایک علیحدہ صفت حقیقیہ ہے اور قدیم ہے۔ اور یہی حق ہے۔ کیونکہ قدرت تو فعل و ترک دونو کو شامل ہے اور دونو میں سے ایک کا مخصص ہے۔ اور تکوین طرف مخصص کی موجد ہے۔ پس قدرت کا رتبہ ارادہ کے رتبہ سے مقدم ہے۔ اور تکوین کا رتبہ ہر دو کے بعد ہے ۔

(ب) صفاتِ الٰہی کے احکام پانچ ہیں۔

۱۔ صفات الٰہی نہ عین ذات ہیں نہ غیرِ ذات۔ غیر ذات نہ ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ ذات و صفات میں انفکاک[1] کا جواز متصور نہیں۔

۲۔ یہ صفات ذاتِ الٰہی کے ساتھ قائم ہیں۔

۳۔ ذات کی یہ صفات بھی بیچون و بے چگوں ہیں۔ ان کی اصل قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے مگر ہم کو ان کی حقیقت و کیفیت معلوم نہیں۔ ہر صفت

---

[1] انفکاک۔ ایک کا دوسرے سے جدا ہونا ۔

کا تعلق جو اپنے متعلقات سے ہے وہ بھی اُس صفت کی
طرح بیچون و بے چگوں ہے +

۴- ہر ایک صفت بذاتِ خود واحد اور قدیم ہے۔ مگر تعلقات حادث ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا علم ایک صفت بسیط ہے۔ کہ جس میں تعدد و تکثر کو دخل نہیں خواہ وہ تعدد باعتبار تعلقات[1] ہو۔ کیونکہ وہاں تو ایک بسیط انکشاف ہے۔ کہ جس سے ازل و ابد کے معلومات منکشف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تمام اشیاء کو مع اُن کے احوال متناسبہ و متضادہ کے اور مع ہر ایک کے اوقات مخصوصہ کے آن واحد بسیط میں جان لیا ہے۔ مثلاً زید کو اُسی آنِ واحد میں اُس نے موجود بھی جان لیا ہے اور معدوم بھی۔ بچہ بھی جان لیا ہے اور جوان بھی۔ زندہ بھی جان لیا ہے اور مُردہ بھی۔ یہاں اجتماع ضدین نہیں۔ کیونکہ اُسی آن میں اُس نے جان لیا ہے کہ زید کے وجود کا وقت مثلاً ہزار سال ہجری کے بعد ہے۔ اور اُس کا عدم سابق کا وقت اُس سال معین سے پیشتر ہے۔ اور عدم لاحق کا وقت گیارہ سو سال ہجری کے بعد ہے۔ غرض اللہ تعالےٰ کی صفت علم ایک بسیط صفت ہے۔ اور معلومات سے اُس صفت

[1] متکلمین کے نزدیک علم فی نفسہ صفت بسیط واحدۃ ذات اضافیۃ ہے یعنی تعدد جو آتا ہے تو باعتبار تعلقات کے اس طور پر کہ جب علم زید کے ساتھ لگا۔ تو زید معلوم ہوا۔ اور یہی علم جب عمرو کے ساتھ لگا۔ تو عمرو معلوم ہوا۔ لیکن علم واقعہ میں ایک ہی ہے کثرت صرف باعتبار مضاف الیہ علم کے ہے ۱۲ +

کا تعلق بھی ایک ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام کلام واحد بسیط حقیقی ہے۔ اُسی کلام بسیط کے ساتھ وہ ازل سے اَبد تک گویا ہے۔ اُسی کلام بسیط سے امر و نہی پیدا ہوئے ہیں۔ اُسی کلام بسیط سے استفہام و تمنی و ترجی و اخبار و وعدہ وعید صادر ہوئے ہیں۔ تورات و زبور اور انجیل و قرآن مجید اور باقی کتب منزلہ و صحف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اُسی کلام بسیط کا ایک ورق ہیں۔ ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک آن[1] ہے۔ آن بھی بوجہ تنگی عبارت ہے۔ ورنہ وہاں تو آن کی بھی گنجائش نہیں۔ کیونکہ حق سبحانہٗ زمانی نہیں۔ آنِ واحد میں بجز کلام بسیط کیا وقوع میں آ سکتا ہے۔ اِسی طرح فعل ازلی الٰہی بھی ایک فعل ہے۔ اماتت و احیاء۔ ایلام و انعام۔ ایجاد و اعدام اُسی ایک فعل سے ناشی ہیں۔ پس حق سبحانہٗ کی صفت فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں۔ بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام مخلوقات و موجودات اپنے اپنے اوقات مخصوصہ میں وجود میں آتے ہیں۔"

۵۔ جو نام ان صفات سے مشتق ہیں وہ باریتعالیٰ پر ازلاً ابداً صادق ہیں۔ مثلاً وہ اپنی صفت علم کے ساتھ ہمیشہ سے عالم ہے اور ہمیشہ عالم رہے گا۔ اور اپنی صفت قدرت کے ساتھ ہمیشہ سے قادر ہے اور ہمیشہ قادر رہے گا۔

[1] آن۔ زمانہ کا جزء جو قابل انقسام نہ ہو جیسا کہ نقطہ خط کا جزء ہوتا ہے۔

افعالِ باریتعالےٰ

۱- اللہ تعالےٰ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور تدبیر کرنے والا ہے- آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اُسی کا پیدا کیا ہوا ہے- چیزوں کے تدبیر کرنے کا مطلب یہہ ہے- کہ وہ ان کو حسن نظام و ترتیب سے ایجاد کرتا ہے اور اُسے اُن کے عواقب کا علم ہے ؛

۲- باریتعالےٰ بندوں کے افعال و اعمال کا پیدا کرنے والا ہے کفر و ایمان اور طاعت و عصیان اور نیکی بدی اللہ تعالےٰ کے ارادے- خلق- حکم اور تقدیر سے ہے- لیکن وہ ایمان و طاعت و نیکی سے راضی ہے- اور کفر و عصیان و بدی سے راضی نہیں- اِس مسئلے کی تفصیل[۱] اس طرح ہے- کہ اعمال جن سے عذاب و ثواب متعلق ہے تین قسم کے ہیں- فریضہ- فضیلت- معصیت + فریضہ اللہ تعالےٰ کے امر و ارادہ- اُس کی محبت و رضا- اُس کی قضا و قدر- اُس کی تخلیق[۲]- اس کے علم- اُس کی توفیق اور اُس کے لوح محفوظ[۳] میں لکھنے سے ہے- فضیلت

ہم[۱] کتاب الوصیتہ لسیدنا الامام الاعظم ابی حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۲ +

ہم[۲] تخلیق- معدوم کا عدم سے وجود میں لانا ۱۲ +

ہم[۳] لوح محفوظ میں ہر شے وصف (حسن و قبح- طول و عرض- قلت وکثرت- طاعت و معصیت وغیرہ) کے ساتھ لکھی ہے- حکم کے ساتھ نہیں لکھی (فقہ اکبر)- مثلاً اُس میں یہہ نہیں لکھا کہ زید کو مومن اور عمرو کو کافر ہونا چاہیئے- اگر ایسا ہوتا- تو زید ایمان پر اور عمرو کفر پر مجبور ہوتا- کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جس (بقیہ بصفحہ ۱۳)

(سنت ومستحب ونفل) اللہ تعالےٰ کے امر[1] سے نہیں۔ لیکن
اس کے ارادہ اور محبت و رضا۔ اُس کی قضا و قدر۔ اُس کے
علم۔ اُس کی توفیق۔ اُس کی تخلیق۔ اور اُس کے لوح محفوظ
میں لکھنے سے ہے۔ معصیت (حرام و مکروہ) اللہ تعالےٰ
کے امر سے نہیں۔ لیکن اس کے ارادہ سے ہے۔ اُس کی محبت
سے نہیں۔ اُس کی قضا سے ہے اُس کی رضا سے نہیں۔
اُس کی تقدیر و تخلیق سے ہے اُس کی توفیق سے نہیں
بلکہ عدم توفیق سے ہے۔ اُس کے علم سے ہے۔ اس کی معرفت
سے نہیں۔ اور اُس کے لوح محفوظ میں لکھنے سے ہے
۳۔ اللہ تعالےٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ نہ رعایت اصلح[2] واجب
نہ لطف واجب۔ نہ قہر واجب۔ نہ ثواب واجب۔ نہ عذاب
واجب۔ اگر باریتعالےٰ پر رعایت اصلح واجب ہوتی۔ تو
وہ بندوں پر ہدایت کا احسان نہ جتاتا۔ اور نہ بیشمار
انعامات کے لئے شکریہ کا مستحق ہوتا۔ کیونکہ وہ محض ادائے
واجب ہوتے۔ اور ہمارا اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں توفیق
طاعت اور معصیت سے بچنے اور ازالۂ ضرر و مرض وغیرہ
کا سوال بےمعنی ہوتا۔ اور باریتعالےٰ ابلیس کو قیامت تک

چیز کے وقوع کا حکم دیا ہے وہ ضرور واقع ہوگی۔ بلکہ اس میں یوں لکھا ہے
کہ زید اپنے اختیار و ارادہ سے مومن اور عمرو اپنے اختیار و ارادہ
سے کافر ہوگا ؛

ف۱ فضیلت ایسے امر سے نہیں جو موجب ہو قطع یا ظن کا۔ ورنہ وہ ایسے
امر کے تحت میں تو ہے جو مقتضی استحسان کا ہو ۱۲ +

ف۲ اصلح۔ جس چیز میں بندے کا زیادہ فائدہ و مصلحت ہو

بندوں کے بہکانے کی مہلت نہ دیتا حالانکہ اُسے معلوم ہے کہ اکثر بندے ابلیس کا کہا مانیں گے۔ مومن کو ایمان و اعمال حسنہ کی توفیق دینا اور ثواب عطا فرمانا اس کا فضل ہے۔ اور کافر کو صرف عقل و حواس عطا فرما کر تبلیغ انبیاء کا اُس کے ذہن پر واضح فرمانا اور توفیق سے محروم رکھنا اُس کا عدل ہے۔ وہ عدل و قہر اور فضل و کرم ہر دو صورت میں سزاوار ستائش ہے۔ بندہ جو اپنی ذات و قدرت و افعال سمیت اُس کا مملوک ہے کسی عمل سے اپنے مالک پر اجر یا رعایتِ مصلحت (اصلح تو در کنار) کا حق کس طرح رکھ سکتا ہے۔ حالانکہ وہ مالک بندے پر اُس عمل کا استحقاق رکھتا ہے۔ ہاں حق سبحانہ نے اپنے فضل سے جو وعدہ فرمایا ہے۔ وہ ضرور وفا فرماتا ہے۔ صفت عدل و فضل کی چھ صورتیں ہیں۔ جن کا اعتقاد رکھنا مومن پر فرض ہے:-

(۱) حق سبحانہٗ تعالےٰ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرماتا۔
(۲) کسی کے اعمال حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا۔
(۳) کسی کو بغیر گناہ عذاب نہیں فرماتا۔
(۴) اُس کا فضل ہے۔ کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجتا ہے اُس میں بھی اُن کے لئے اجر رکھتا ہے
(۵) کسی کو طاعت یا معصیت پر جبر نہیں فرماتا۔
(۶) فوق الطاقت کسی کو تکلیف[۱] نہیں دیتا۔

۴۔ باریتعالےٰ کے کاموں میں کوئی غرض نہیں ہوتی۔ کیونکہ صاحب غرض محتاج ہوتا ہے۔ اور وہ بے نیاز ہے۔

---

[۱] یعنی ایذا منع ۱۲

باوجود اس کے اُس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اُس کی حکمت کے فائدے بندوں کی طرف راجع ہیں۔ ذات مقدس کو ان کی کوئی حاجت نہیں۔ خلقت کا وجود و عدم اور ان کے منافع ذات مقدس کی نسبت یکساں ہیں۔ لیکن وہ بمقتضائے جود حقیقی کرتا ہے جو چاہتا ہے حالانکہ حکمت کی رعایت بھی اُس پر واجب نہیں ؛

۵۔ اُس کے سوا کوئی حاکم نہیں۔ حکم اُسی کا ہے۔ اُس کے حکم سے فعل واجب و حرام اور حسن و قبح اور سبب ثواب و عذاب ہوتا ہے۔ فعل حسن وہ ہے جس کا وہ حکم کرے۔ اور قبیح وہ ہے جس سے وہ منع کرے۔ پس کسی فعل کا حسن و قبح شارع کے امر و نہی سے ہوتا ہے۔ عقل کو اُس میں دخل نہیں۔ کہ حکم کردے کہ یہ فعل حسن موجب ثواب ہے یا وہ فعل قبیح موجب عقاب ہے ؛

۶۔ بیمار کو شفا دینا۔ رزق عطا کرنا۔ تکلیفوں اور مصیبتوں کا دور کرنا بطور استقلال باریتعالٰے ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور وہی حقیقی متصرف و مُعین ہے۔ مگر اُس حکیم مطلق کی صفت حکمت کا تقاضا ہے۔ کہ صفات و افعال الٰہی در پردۂ اسباب ظہور فرماتے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں اُس کی رزاقیت اُس کے جود و کرم اُس کی رحمت اور اور اُس کے غضب کے مظاہر[۱] ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اسی طرح شرعاً و کشفاً ثابت ہے۔ کہ مقربان

---

[۱] مظاہر جمع ہے مظہر کی جس کے معنی ہیں ظاہر ہونے کی جگہ۔ یعنی اللہ تعالٰے کی رزاقیت وغیرہ صفات کے آثار کے ظاہر ہونے کی جگہ ؛

درگاہِ الٰہی کی دعا و ہمت اور ان کے وجود مبارک کی برکت عنایت الٰہی کی مظہر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اُن کو مظہرِ عون و عنایت الٰہی سمجھ کر اور حق سبحانہ کے کار خانہ اسباب و حکمت کو مد نظر رکھ کر اُن سے استعانت و استفادہ و استفاضہ کرے۔ تو یہ عین عرفان و بصیرت اور کمال ایمان کا نشان ہے۔ ہاں صرف اسباب کو مد نظر رکھنا اور مسبب جل شانہ کی قدرت کاملہ کا نہ ماننا یا قدرت کاملہ کو بعض اسباب ہی میں منحصر و محدود کرنا کفر ہے۔ اور اسباب کا کلیتہً نہ ماننا حکمت قدیمہ کے باطل کرنے کے علاوہ سعادت دین و دنیا سے محروم رہنا ہے ۔

۷۔ باریتعالےٰ کے نام توقیفی ہیں۔ یعنی جو نام شرع شریف میں وارد ہیں اُن کے سوا اور نام اپنی طرف سے نہیں بنا سکتے۔ خواہ وہ نام اُس نام کا ہم معنی ہو جو شریعت میں وارد ہے۔ لہٰذا اللہ یستھزئ بھم نسوا اللہ فنسیہم سے مستہزء اور ناسی نہیں کہتے۔ اُسے شافی کہتے ہیں طبیب نہیں کہتے۔ جواد کہتے ہیں سخی نہیں کہتے۔ یہاں کلام اُن ناموں میں ہے جو صفات و افعال سے مشتق ہیں۔ اور اسمائے اعلام میں کلام نہیں جو ہر لغت میں موضوع ہیں۔ مگر جو نام کافروں کی زبان سے مخصوص ہو اُس کے ساتھ نہ پکارنا چاہیئے۔ کیونکہ خوفِ کفر ہے ۔

۸۔ اہل سنت کا اجماع ہے۔ کہ جس اسم کے معنی میں شانِ الوہیت کی تنقیص ہو اُس کا ذات حق پر بولنا کلمۂ کفر ہے ۔

خدا کی شان
(handwritten margin note) ذاتِ حق وی

ملائکہ کرام علیہم السّلام

۱- فرشتے لطیف نوری اجسام ہیں۔ وہ جس شکل میں چاہیں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ اُن کے بازو ہیں دو دو۔ تین تین۔ چار چار۔ اور اِس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ شبِ معراج میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السّلام کو چھ سو بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ حاملانِ عرش کی نسبت حدیث مبارک میں آیا ہے۔ کہ اُن میں سے ہر ایک کی کنپٹی سے کندھے تک سات سو سال کی راہ ہے ؛

۲- اُن میں توالد و تناسل نہیں۔ وہ نہ مرد ہیں نہ عورت کھانے پینے کی اُن کو حاجت نہیں۔ وہ رات دن اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ کسی وقت غافل نہیں ہوتے۔ وہ اپنے مالک کا حکم فوراً بجا لاتے ہیں۔ کبھی نافرمانی نہیں کرتے ؛

۳- بارگاہ الٰہی میں ہر فرشتے کا مقام معلوم اور مرتبہ خاص ہے۔ جس سے وہ تجاوز و ترقی نہیں کرسکتا ؛

۴- آسمان و زمین پر کوئی مکان نہیں جہاں فرشتے نہ ہوں۔ اُن کی کثرت کا یہ عالم ہے۔ کہ ستر ہزار فرشتے ہر روز بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں جو کعبۃ اللہ شریف کے محاذ میں ساتویں آسمان پر ہے۔ جو ایک دفعہ طواف کرچکے۔ وہ دوبارہ پھر کبھی نہ آئیں گے ؛

۵- اجزائے عالم میں سے ہر جزو پر ایک فرشتہ موکّل ہے۔ جو اُس کا مدبّر و حافظ ہے۔ بالخصوص ہر انسان پر کئی فرشتے متعین ہیں۔ بعضے اُس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ بعضے شیاطین جن و انس سے اُس کی حفاظت کرتے

ہیں۔ بعضے اُس کے دل میں نیک خیال ڈالتے رہتے ہیں۔
ان کے مقابلہ میں مخلوقات الٰہی ہیں سے شیاطین ہیں۔
جو بندے کے دل میں خیالات فاسدہ ڈالتے رہتے ہیں ٭

۶۔ سب فرشتوں میں سے چار فرشتے اللہ تعالیٰ کے زیادہ مقرب ہیں۔ اوّل حضرت جبرئیل علیہ السلام جو پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی لایا کرتے تھے۔ دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام جن کا کام مینہہ برسانا اور مخلوق کے رزق کا اہتمام کرنا ہے۔ تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کو صور پھونکیں گے۔ چوتھے حضرت عزرائیل علیہ السلام جو موت کے وقت روح قبض کرتے ہیں ٭

آسمانی کتابیں

۱۔ اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور کتابیں جو پیغمبروں پر نازل کیں سب حق ہیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور اور بڑی چار کتابیں ہیں۔ تورات جو حضرت موسےٰ علےٰ نبیّنا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر نازل ہوئی۔ زبور جو حضرت داؤد علےٰ نبیّنا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر نازل ہوئی۔ انجیل جو حضرت عیسےٰ علےٰ نبیّنا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید جو باوجود ایجاز و اختصار کے تمام آسمانی کتابوں سے اعظم و اکمل ہے۔ حضور سید المرسلین سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ قرآن کریم کی نظم بھی معجزہ ہے اور کتب سابقہ کا ناسخ ہے ٭

۲۔ قرآن شریف کلام نفسی ازلی ابدی ہے۔ جو اصوات و حروف کے لباس میں جلوہ گر ہے۔ اور بذریعۂ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور محبوب حق علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا ٭

۳۔ اللہ تعالےٰ جب کسی بشر سے کلام کرتا ہے تو تین طرح سے۔ بطریق الہام بحالتِ بیداری یا خواب۔ یا پردے کے پیچھے سے۔ یا فرشتے کو بھیج کر جو کچھ چاہے کہلائے ٭

۴۔ احادیث شریفہ قدسیہ ثابتہ باسناد صحیح وہ وحی ہے جو کبھی فرشتے کے توسط سے اور کبھی بغیر اِس توسط کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی ٭

۵۔ جو معانی قرآن و احادیث متواترہ سے قطعاً ثابت ہیں ان میں سے بعد علم و ثبوت قطعی کسی بات کا انکار کرنا اگر چہ در پردہ تاویل باطل ہو کفر ہے۔ اور ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ کا بلا وجہ انکار بدعت یا فسق ہے ٭

۶۔ قرآن و حدیث کے بعد اجماع یعنی کسی امر پر صحابہ یا تابعین یا ان کے بعد کے اہل علم کا اتفاق ہو جانا بھی حجت و سند ہے۔ اس کے بعد جو کچھ مجتہدین نے قرآن و حدیث و اجماع سے استنباط کیا وہ بھی سند ہے۔ ایسے استنباط کو اجتہاد و قیاس بولتے ہیں۔ یہی چار یعنی قرآن و حدیث و اجماع و قیاس فقہ کے اصول ہیں

۷۔ عام لوگ جو درجۂ اجتہاد سے بے بہرہ ہیں۔ تمام احکام فرعیہ غیر منصوصہ قطعیہ میں مجتہد کی تقلید پر مامور ہیں ٭

۸۔ منصب اجتہاد کے لئے شرائطِ ذیل مشروط ہیں ٭

(۱) علم قرآن پر بقدرِ آیاتِ احکام حاوی ہو ٭

(۲) احادیث متعلقہ احکام سے واقف ہو ÷

(۳) علم عربیت۔ لغت۔ صرف و نحو۔ معانی و بیان وغیرہ میں کامل ہو۔

(۴) مذاہبِ سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

(۵) قیاس کے اصول اور قواعد میں ماہر ہو۔ اور علاوہ اس کے پرہیزگاری میں اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہو۔ استنباط احکام میں مداخلت نفس و ہوا سے محفوظ ہو۔

۹۔ جس میں ان صفات کی کمی ہو۔ خواہ کیسا ہی عالم کیوں نہ ہو تقلید کرنے کا پابند ہے۔ ان شرائط سے کسی شخص کا متصف ہونا اُسی کے آثار اجتہادی اور زہد و تقوےٰ سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ہر فن کے مشاہیر کی اعلیٰ مہارت بلحاظ آثار ظاہرہ عام سے خاص تک سب کے نزدیک کالبدیہ ہوتی ہے ویسا ہی جب کسی عالم متقی کے آثار اجتہادی اس قدر ظاہر ہوں کہ خواص و عوام اُس کے لئے منصب اجتہاد تسلیم کرنے پر مجبور ہوں۔ تو وہ مجتہد مسلّم ہوتا ہے ÷

۱۰۔ اُمّتِ محمدیہ علےٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام میں ائمہ اربعہ ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین و لاحقین سے اعلیٰ مانا گیا ہے۔ اس کی وجہ وہی آثار علمی اور علامات زہد و تقوےٰ ہیں۔ جس سے آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے آئے ہیں ÷

۱۱۔ ان میں سے امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ

نعمان بن ثابت کوفی تابعی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے رہیں*

۱۲- حق سبحانہٗ تعالےٰ نے آپ کے تلامذہ مقلدین میں ایسے اکابر اسلام پیدا کئے۔ جنہوں نے حضور امام رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے مسائل مخرجہ و اصول مقررہ کو تالیفات و تصنیفات میں کمال تنقیح سے بیان کیا۔ جو آئندہ تازہ واقعات اور ظہور متجدّدہ میں دستور مقرر ہوئے*

۱۳- حضرت امام رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی صحبت کی برکت سے آپ کے تلامذہ بھی اجتہاد کرنے کے لئے لائق بن گئے۔ چنانچہ امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالےٰ آپ کے سامنے آپ کے اقوال میں سے بعض کو ترجیح دیتے اور آپ کے قواعد و اصول کے مطابق ادلّہ اربعہ سے تازہ احکام استنباط کرتے تھے۔ اس لئے صاحبین اور اُن کے دیگر ہم منصب جو امام الائمہ کے شاگرد تھے مجتہدین فی المذہب کے نام سے مشہور ہوئے*

۱۴- ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا۔ اور ایسے فقہاء پیدا ہوئے۔ جن کو مذہب حنفی کے اصول و فروع کا اتنا علم تھا کہ وہ حسب اصول و قواعد امام الائمہ ان احکام و مسائل کا استنباط کرتے تھے جن میں امام سے روائت نہیں جیسے حضرت ابو جعفر طحاوی۔ ابو الحسن کرخی۔ شمس الائمہ حلوائی۔ شمس الائمہ سرخسی۔ فخر الاسلام بزدوی وغیرہ یہ سب مجتہد فی المسائل ہیں*

۱۵- چونکہ تدبیر الٰہی اسی رحمت خاصہ کے کامل کرنے پر متوجہ تھی۔ ان فقہاء کے بعد ایک اور طبقہ پیدا ہوا۔ جن میں

امام ابو عبد اللہ جرجانی رحمۃ اللہ تعالےٰ وغیرہ ہیں۔ ان کے حقہ میں گو کسی قسم کا اجتہاد نہیں۔ لیکن اصول و فروع میں ان کو اتنی مہارت تھی۔ کہ امام یا اصحاب امام کا جو قول مجمل ذی وجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین ہو۔ اُس کے امثال و نظائر پر قیاس کرکے اُس کی تفصیل کرسکتے تھے۔ ان کو اصحاب تخریج کہا جاتا ہے ٭

۱۶۔ ان کے بعد وہ طبقہ فقہاء پیدا ہوا۔ جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی لیاقت رکھتے تھے۔ جیسے امام اسبیجابی اور علی رازی۔ ان کو اصحاب ترجیح کہتے ہیں ٭

۱۷۔ ان کے بعد وہ طبقہ فقہاء ہوا جو مذکورۂ بالا مراتب کے لائق نہ تھے۔ لیکن روایات متعددہ میں سے اقوےٰ۔ قوی۔ ضعیف اور ظاہر مذہب و روایت نادرہ میں فرق کرسکتے تھے۔ جیسے وہ حضرات جن کی کتابیں ہمارے زمانہ میں باعثِ فیض اور عالمگیر قبولیت سے ممتاز ہیں۔ طبقات اربعہ اولےٰ سے جو مذہب متعین ہوچکا ہے۔ وہ کنز۔ مختار۔ وقایہ اور مجمع البحرین میں کمال تنقیح سے مذکور ہے

۱۸۔ ان کے بعد علماء و فقہاء نے انہی کتابوں پر اعتماد کیا ہے۔ ان کتابوں کو کتب متاخرین سمجھ کر یہ کہنا کہ ان سے مذہبِ حنفی ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہو سکتا محض خیال فاسد اور بے جا بد گمانی ہے۔ یہ کتب در اصل طبقات اربعہ کی قوی روایات کی راوی ہیں۔ اور اُن کا ثقہ ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہوچکا ہے ٭

۱۹۔ متون و شروح و فتاوےٰ متاخرین جو معمول بہ اور دستور العمل فتوےٰ مقرر ہو چکے ہیں بلا شبہ مذہبِ

حنفیہ کے بیان کرنے والے ہیں۔ عمل بالحدیث کے مدعی بن کر بغیر منصب اجتہاد کے ان کا خلاف کرنا گمراہی میں قدم رکھنا ہے۔ چوتھی صدی ہجری تک مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفیہ کی اس قدر تنقیح ہو چکی ہے۔ کہ کوئی جزئی بلا تحقیق نہیں رہی۔ اور آئندہ کے اغلب واقعات کے جوابات اُسی تحقیقات سے برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس لئے فقہاء کا فتوٰے ہے کہ اب اجتہاد ختم ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد کوئی جدید مجتہد پیدا نہیں ہوا۔

۲۰۔ جس طرح حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم احکام الٰہی کے پہنچانے والے اور بیان فرمانے والے ہیں اور آپ کی اطاعت جزء ایمان ہے۔ ویسے رئیس المجتہدین حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ آپ کے حکم و ہدایت کے پہنچانے والے اور بیان فرمانے والے ہیں۔ اس حیثیت سے آپ کی اطاعت واجب ہے

۲۱۔ کسی غیر مجتہد شخص کو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید اس طرح پر واجب ہے کہ وہ اُس امام کے عام احکام میں اس کا مقلد ہو۔ کسی مسئلہ میں ایک امام کی تقلید کرنا اور کسی میں دوسرے امام کی تقلید کرنا تلفیق میں داخل ہے۔ اور تلفیق سے ملاعبت فی الدین لازم آتی ہے جو قطعاً حرام ہے۔

۲۲۔ کسی غیر مجتہد کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے سے کسی حدیث متعلق احکام فروعی پر جو کتب حدیث میں مروی ہو عمل کرے۔

انبیاء و رُسل علیہم الصّلوٰۃ والسّلام

۱- اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیارے پیغمبر مبعوث فرمائے۔ اور اُن کی معرفت اپنے احکام بھیجے۔ جن کی بجا آوری میں دُنیا و آخرت کی بہبودی اور حق سبحانہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے ؎

۲- تمام پیغمبر علیہم الصّلوٰۃ والسلام گناہوں سے معصوم اور صادق ہیں۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ جو خبر دی ہے خدا کی طرف سے دی ہے۔ اُن کا جو امر و نہی ہے وہ بفرمانِ الٰہی ہے ؎

۳- حضرات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے جو لغزشیں منقول ہیں۔ بعض اُن میں سے صحیح نہیں۔ اور بعض جو صحیح ہیں اُن کی اصلیت اور محمل صحیح کتابوں میں مذکور ہے۔ اُن کے ظاہر پر اعتقاد نہ رکھنا چاہئے۔ مثلاً قرآن مجید میں جو حضرت آدم علےٰ نبیّنا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف عصیان کی نسبت اور اُن پر عتاب الٰہی مذکور ہے وہ اُن کے قرب کی علو شان پر مبنی ہے۔ مالک کا حق ہے۔ کہ ترک اولےٰ و افضل پر خواہ وہ حدِّ معصیت کو نہ پہنچے اپنے بندے سے جو کچھ چاہے کہے اور عتاب کرے۔ دوسرے کو مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکے۔ اس مقام کا ایک ادب ہے۔ جس کی رعایت لازم ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیاء کو خطاب و عتاب آیا ہو یا اُن کی طرف سے کوئی تواضع ذلت یا انکساری صادر ہوئی ہو۔ کہ جس سے نقص کا وہم ہوتا ہو۔ ہمیں چاہئے۔ کہ اُس میں دخل نہ دیں۔ اور کلام نہ کریں ؎

رسالت و ابلاغ احکام کے متعلق جو کچھ ہے۔ اُس میں
پیغمبروں کا سہو و نسیان جائز نہیں۔ اس کے سوا
افعال میں بنابر حکمت سہو جائز ہے ؎
نبوت و رسالت کے دعوے کے ثبوت کے لئے اللہ تعالےٰ
نے پیغمبروں کو معجزے عطا کئے۔ حکیم مطلق جل شانہٗ نے
تمام امور کو اسباب سے وابستہ کیا ہے۔ عادت اللہ یوں
جاری ہے۔ کہ وہ کسی امر کو بغیر اُس کے اسباب کے ایجاد
نہیں کرتا۔ مگر بعض وقت اپنی قدرت سے اس عادت کے
خلاف کرتا ہے۔ اور اُس امر کو سبب کے بغیر اپنے پیغمبر
کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔ تاکہ اُس کی رسالت کی دلیل ہو
ایسے خارق عادت امر کو جو مدعی رسالت کے ہاتھ پر
ظاہر ہو معجزہ کہتے ہیں۔ یہ انبیاء کے خواص میں سے ہے۔
غیر نبی جو مفتری علے اللہ ہو۔ اس کی تصدیق من جانب اللہ
محال ہے ؎

۶۔ انبیاے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام موت کے بعد اپنے جسموں
کے ساتھ زندہ ہیں۔ ایک بار موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد
اللہ تعالےٰ نے اُن کی روحوں کو ان کے بدنوں میں ڈال
دیا ہے۔ اور اُن کو حقیقی دنیوی جسمانی حیات بخش دی
ہے۔ موت سے وہ اپنے مرتبہ نبوت و رسالت سے معزول
نہیں ہوئے ؎

۷۔ پیغمبر بہت ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض حدیثوں میں وارد ہے
کہ کل پیغمبر ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں۔ مگر اعتقاداً
اولےٰ اور احوط یہ ہے۔ کہ اُن کا عدد معیّن نہ کیا جائے۔
کیونکہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ منہم من قصصنا علیک

و منهم من لم نقصص علیک ط (مومن - ع) -
پیغمبروں میں سے بعض وہ ہیں کہ ہم نے ان کا احوال
سُنا دیا اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ ہم نے
اُن کا احوال نہیں سُنایا ۔

۸- حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فرشتوں سے افضل

۹- سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علٰی نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ
والسلام ہیں اور سب سے آخر سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ
ہیں علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا ۔

سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ

۱۰- حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے تمام کمال
کو جو نص صریح سے ثابت ہیں دل سے ماننا اور زبان
اقرار کرنا اسلام و ایمان کا رکن اعظم ہے۔ جس کے
کوئی بندہ کسی حالت میں مومن یا مسلمان نہیں ہو
ہر حالت میں آپ کی تعظیم ظاہری و باطنی بجا لانا تمام
اور عبادتوں کی قبولیت کا اصل اصول ہے ۔

۱۱- آپ مظہر اتم سر اللہ الاعظم سب پیغمبروں سے افضل
اور سب کے سردار ہیں۔ آپ کے بعد فضیلت حضرت
ابراہیم خلیل اللہ کو ہے۔ ان کے بعد حضرت موسے
اور حضرت عیسےٰ روح اللہ اور حضرت نوح نجی اللہ کو
صلواۃ اللہ و سلامہٗ علیہم اجمعین ۔

۱۲- جس طرح تمام بنی آدم سے اللہ تعالٰے کی توحید و ربوبیت
کا عہد لیا گیا۔ ویسا ہی تمام پیغمبروں سے جناب سرور
عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اطاعت اور تعظیم

ید مؤکد طور پر لیا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے ؛
آپ خاتم النبیین ہیں۔ سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہو چکا۔
آپ کے زمانہ میں اور نہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی خواہ
روزی و ظلی ہو۔ ہو سکتا ہے ؛
۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے آپ ہی کی روح انور کو پیدا
کیا۔ وہی روح اطہر عالم ارواح میں دوسرے انبیائے کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں کی تربیت فرماتی تھی۔ اسی
روحانی تربیت کے لحاظ سے تمام انبیاے کرام حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفے ہیں۔ جیسے اس عالم میں صحابہ
عظام رضی اللہ تعالےٰ عنہم آپ کے حکم سے نیا بتاً عہدۂ
خلافت پر ممتاز ہوئے۔ ویسے ہی انبیاے کرام باوجود منصب
نبوت کے آپ کی باطنی شریعت کے جاری کرنے والے تھے ؛
۔ آپ کا حکم ماننا۔ آپ کی پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا
فرض ہے۔ جو اس فرض کو بجا نہ لائے۔ اُس کے لئے قرآنِ
مجید میں دردناک عذاب کا وعید آیا ہے۔ آپ کی محبت کی
علامات یہہ ہیں :-
ا۔ آپ کا اقتدا۔ آپ کے اقوال و افعال کا اتباع۔ آپ کے
اوامر و نواہی کی تعمیل۔ آپ کے آداب و مکارم اخلاق کی
پیروی ؛
ب۔ زبان و دل سے آپ کا ذکر بکثرت کرنا ؛
ج۔ آپ کے جمال پاک کا مشتاق ہونا ؛
د۔ دل زبان اور بدن سے آپ کی تعظیم کرنا ؛
ہ۔ آپ کے اہلبیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم
اجمعین سے محبت رکھنا۔ اور اُن کے ساتھ بغض رکھنے والوں

سے بُغض رکھنا ۔
و۔ آپ کی سنت کے تارک کو بُرا سمجھنا ۔
ز۔ قرآن مجید سے محبت۔ اُس کی تلاوت اور اُس پر عمل
ح۔ آپ کی امت کی خیر خواہی ۔

۱۶۔ آپ کے ذکر مبارک اور آپ کی حدیث و نام مبارک سنتے
وقت آپ کی تعظیم و توقیر جیسا کہ حالت حیات شریف میں
ہر مسلمان پر واجب تھی ویسا ہی اب بھی واجب ہے
لہذا مسلمانوں میں باتباع سلف صالحین آپ کی تعظیم کے
مباح طریقے جو ہر ملک میں رائج ہیں اُن کا حضور سر
عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت بج
تقاضائے ایمان ہے۔ چونکہ میلاد شریف کی مجلسوں میں
قیام کرنا عشاق درگاہ کا معمول ہو گیا ہے۔ لہذا اس
انکار روشِ سلف کا انکار اور نے بنیاد تعصب ہے

۱۷۔ آپ تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہیں۔ پس مخلوقات
کوئی حصہ آپ کی دعوت سے خارج نہیں ہو سکتا ۔

۱۸۔ جیسا کہ واحد عددی کا بحیثیت اوّل ہونے کے دوسر
یا تیسرے مرتبہ میں ہونا محال ہے۔ ویسا ہی اِس حیثیت
سے ذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات کی
مبعوث ہیں۔ آپ کی روح پاک کو اللہ تعالےٰ نے سب
سے پہلے پیدا کیا۔ آپ پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا۔ آ
افضل الخلق ہیں۔ آپ خلیفہ مطلق و نائب کل حض
باریتعالےٰ کے ہیں۔ قیامت کو آپ سب سے پہلے شف
کریں گے۔ اور سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں
آپ کو ہر ایک فضیلت اصالتاً حاصل ہے۔ دوسرو

جو نعمت ملی وہ آپ کی وساطت سے ملی۔ اِن کے سوا آپ میں اور بہت سی صفات ہیں جن میں دوسروں کا شریک ہونا ناممکن ہے) آپ کی نظیر محال و ناممکن ہے ؎

۱۹۔ آپ کے جسم اطہر کو بعض عوارض انسانی لاحق تھے۔ مگر آپ کی روح مبارک اوصاف انسانی سے برتر۔ اور تغیر و آفات اور انسانی عیوب و نقائص سے پاک اور اعلیٰ صفات ملکیہ سے متصف تھی۔ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ کو اللہ تعالےٰ اور صفات باریتعالےٰ کا جو علم تھا وہ شک و جہل وغیرہ سے پاک تھا ؎

۲۰۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی تین حیثیتیں ہیں۔ اوّل ظاہر باعتبار صورت انسانی۔ دوم ملکی۔ سوم وہ مرتبہ جس کو خدا ہی جانتا ہے ؎

۲۱۔ آپ کے آثار شریف اور سلف صالحین کے آثار کی تعظیم ضروری ہے۔ اور اُن کو دُعا کے قبول ہونے کا ذریعہ خیال کرنا صدق ایمان کی نشانی ہے ؎

۲۲۔ اولین و آخرین کے علوم کی نسبت آپ کا علم اعلیٰ و اکمل ہے۔ آخر عمر شریف تک تمام کائنات آسمان و زمین۔ جملہ اسمائے حُسنےٰ آیات کبرےٰ۔ امور آخرت۔ علامات قیامت۔ بہشتیوں اور دوزخیوں کے حالات۔ اور ماکانؔ و مایکون[۱] کا علم آپ کو حاصل ہو چکا ہے۔ تمام علوم بشریہ و ملکیہ سے آپ کا علم اکمل ہے۔ اللہ تعالےٰ کے علم اور آپ کے علم میں فرق بتفصیل ذیل ہے:۔

---

[۱] جو ہُوا اور جو ہوگا ۱۲ ؎

ا- اللہ تعالےٰ کا علم[1] بالفعل غیر متناہی اور مطلق ہے- اور آپ کا علم[2] بالقوہ غیر متناہی مگر بالفعل متناہی اور محاط ہے- حتےٰ کہ آپ کا علم باریتعالےٰ کے علم سے سات سمندروں میں سے ایک بوند کی مانند ہے-

ب- اللہ تعالےٰ کا علم بغیر ذرائع و وسائل ازلی و ابدی ہے- اور آپ کا علم بذریعہ وحی- الہام- کشف- رؤیا اور بصیرت مقدسہ حادث ہے +

۲۳- دین و دنیا کے متعلق آپ کی تمام خبریں اور اقوال سچ اور حق ہیں- اور شک- وہم- جہل وغیرہ نقائص سے اور شیطان کی مداخلت سے پاک و منزّہ ہیں +

۲۴- نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ تمام گناہان صغیرہ و کبیرہ سے معصوم اور تمام انسانی قباحتوں سے مبرّا ہیں +

۲۵- کسی فعل میں سہو و نسیان جو آپ سے واقع ہوا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے ارادے سے اس حکمت کے لئے وقوع میں آیا ہے کہ آپ اپنی امّت کو سہو و نسیان

ع۱ معلومات واجب متکلمین کے نزدیک بالفعل غیر متناہی نہیں- بلکہ متناہی بالفعل- غیر متناہی بالقوۃ- یعنی کسی حد تک نہیں ٹھیرتا +

ع۲ مشرب کے لحاظ سے آپکے علوم بھی غیر متناہی بالفعل اور واجب تعالےٰ کے بھی- خلاصہ یہ کہ فعلیۃ اور قوۃ کا تفاوت نہیں- اگر اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ کا علم بالفعل غیر متناہی- تو آپ کا بھی اسیطرح- اور اگر غیر متناہی بالقوۃ تو آپ کا بھی غیر متناہی بالقوۃ ۱۲ +

کے احکام بیان فرما دیں۔ ایسا سہو و نسیان شان نبوت میں قادح نہیں۔ بلکہ لاہوت[1] میں استغراق کی وجہ سے ناسوت سے ذہول و نسیان ایک طرح کا کمال ہے جیسا کہ ارباب بصیرت پر ظاہر ہے۔ البتہ حضور کے سہو و نسیان کو اپنے سہو و نسیان پر قیاس کرنا اور بقصد تحقیر آپ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے ؛

۲۶- تمام انسانی عوارض یعنی بیماری تکلیف بدنی وغیرہ جو انبیاء علیہم السلام کو لاحق ہوتے ہیں۔ ظاہری صورت میں عام انسانوں کے عوارض کی مثل ہیں۔ مگر نتائج و آثار باطنی و حکمت خفیۂ الٰہیہ کے لحاظ سے تمام انسانوں کے عوارض سے برتر اور اعلےٰ ہیں۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام کی بیماریوں کی تکلیفوں کا نتیجہ ان کے احوال عالیہ مثل صبر۔ رضا۔ شکر۔ تسلیم۔ توکل۔ تفویض۔ دُعا۔ تضرع کا ظاہر کرنا ہے۔ اور اُن کا اپنی امت کو نصیحت فرمانا ہے۔ کہ وہ بھی ایسے عوارض کے لاحق ہونے کے وقت صبر۔ شکر وغیرہ سے کام لیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کے عوارض کو اپنے عوارض پر قیاس کرنا سخت بے ادبی ہے۔ بلکہ بعض حالات میں جبکہ تحقیر لازم آئے کفر ہے ؛

۲۷- حضور سید الانبیاء علیہم السلام کا مغیبات پر مطلع ہونا آیات و احادیث سے بطریق تواتر ثابت ہے۔ منکر اس کا منکر قطعیات ہے ؛

۲۸- آپ روضۂ منورہ میں مثل دیگر انبیاء علیہم السلام حیات

---

[1] لاہوت میں عالم ذات الٰہی۔ ناسوت یعنی عالم اجسام۔ یہ دنیا ۱۲ +

حقیقۂ دنیاویہ جسمانیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور خاکساران امت کے حالات سے واقف اور عاشقان درگاہ پر ہر لحظہ متوجہ ہیں۔

۲۹- آپ کے روضۂ منورہ کی زیارت نہایت بڑی سعادت ہے۔ اس کا انکار نہایت بڑی بدعت ہے *

۳۰- اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک کی ذات اقدس کو معجزات ذیل سے مخصوص فرمایا۔

(۱) معراج جسمانی بحالتِ بیداری حرمِ شریف سے بیت المقدس کی طرف۔ انبیائے کرام کی امامت۔ بہشت و دوزخ کا مشاہدہ۔ اللہ تعالےٰ کو چشم ظاہر سے دیکھنا۔ آسمانوں کو طے کرکے آگے تشریف لے جانا جہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا۔

(۲) شق القمر یعنی چاند کا دو ٹکڑے کر دینا۔ ایک دفعہ رات کے وقت کفار قریش نے جناب سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ سے آپ کی نبوت کی کوئی نشانی طلب کی۔ آپ نے اپنی انگشت شہادت سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

(۳) آپ کے فراق میں ستون حنانہ کی گریہ و زاری۔ ستون حنانہ مسجد نبوی میں درخت خرما کا ایک خشک تنہ تھا۔ جس سے آپ پشت مبارک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی۔ تو آپ کے واسطے منبر بنایا گیا۔ جب آپ اس منبر پر خطبہ پڑھنے لگے۔ تو وہ ستون آپ کے فراق میں رویا۔ اِس ستون کو رونے کے سبب حنانہ بولتے ہیں *

(۴) درختوں اور پتھروں کا آپ کو سلام کرنا اور آپ کی نبوت کی شہادت دینا *

(۵) آپ کی مبارک انگلیوں میں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہونا۔ اور ایک پیالہ پانی سے لشکر کا سیراب ہونا۔

یہ معجزہ متعدد دفعہ مختلف جگہوں میں جماعت کثیرہ کے سامنے آپ سے ظہور میں آیا ہے ⁜

(۶) آپ کی برکت سے تھوڑے کھانے کا اس قدر بڑھنا کہ ہزارہا آدمی سیر ہو جائیں ⁜

(۷) ذبح کی ہوئی بکری کا آپ سے کلام کرنا ⁜

(۸) معجزات مذکورہ اور دیگر خوارق مثلاً مُردوں کو زندہ کرنا۔ اور سورج کو غروب ہونے کے بعد واپس لانا جو حدیثوں سے ثابت ہیں بلا تاویل حق ہیں ⁜

۳۔ تمام معجزات سے اعلےٰ و اقوےٰ و ادوم قرآن شریف ہے۔ جس کے مقابلہ سے تمام مخلوقات عاجز ہے۔ قرآن مجید کی ترکیب لفظی و محاسن معنوی و اخبار غیب تمام معجز ہیں۔ اگر حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیمہ اور شمائل مرضیہ اور صفاتِ سنیہ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یقیناً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کا وجود شریف بھی سر تا پا آیتِ اعجاز ہے ⁜

تقدیرِ الٰہی۔

سب افعال نیک و بد کو اللہ تعالےٰ نے ازل میں جان لیا ہے اور تقدیر کیا ہے۔ کائنات میں جو کچھ واقع ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا وہ سب اللہ تعالےٰ کی قضا و قدر اور ارادے سے ہے۔ باوجود اس کے بندہ فاعلِ مختار ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے کام میں گونہ اختیار ہے۔ جس پر عذاب و ثواب مرتب ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے نیکی اور بدی کا راستہ [بتا] دیا ہے اور بندے کو نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کے ساتھ

مکلف کیا ہے۔ ساتھ ہی نیکی پر ثواب کا وعدہ
عذاب کا وعید بھی ہے۔ اِن حالات میں بندے ک
ہے کہ نیکی بدی میں سے جس کا عزم مصمم چا
عزم مصمم بندے کی قدرت و اختیار کا محل
اصطلاح فقہا میں کسب کہتے ہیں۔ عادت الل
کہ جب بندہ کسی فعل کا ایسا عزم مصمم کرتا ہے
کوئی تردد یا شائبہ توقف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ
کر دیتا ہے۔ اس طرح اصل فعل کا خالق تو خدا
کا وصف یعنی طاعت یا معصیت ہونا بندے
ہے مثلاً ایک شخص نے کسی یتیم کے سر پہ تھپڑ
خالق خدا ہے گر اس کا طاعت یا معصیت
کے عزم سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اس کا قصد
طاعت ہے۔ اگر ایذا تھا تو معصیت ہے۔ مگر
الٰہی پر موقوف ہے۔ حضرت امام جعفر صادق
عنہٗ فرماتے ہیں لا جبر و لا قدر ولیکن امر بین
کار جبر و قدر کے درمیان ہے۔ جبریہ کہتے ہیں
اختیار نہیں۔ اس کی حرکت جمادات کی حرکت
کہتے ہیں کہ سب کچھ آدمی کے اختیار میں ہے
میں مستقل اور اپنے افعال کا خالق ہے۔ اما
ہیں کہ یہ دونوں مذہب باطل ہیں۔ مذہب
مذہبِ قدر میں افراط ہے۔ مذہب حق ان
ہے۔ عقل اس امر متوسط کے دریافت کرنے
حقیقت میں یہ حیرانی و سرگردانی اہل بحث
معتقدات کو اپنی عقل سے ثابت کرنا چاہ

مکلف کیا ہے۔ ساتھ ہی نیکی پر ثواب کا وعدہ اور بدی پر
عذاب کا وعید بھی ہے۔ اِن حالات میں بندے کو اختیار دیا
ہے کہ نیکی بدی میں سے جس کا عزم مصمم چاہے کرے۔ یہی
عزم مصمم بندے کی قدرت و اختیار کا محل ہے۔ اسی کو
اصطلاح فقہا میں کسب کہتے ہیں۔ عادت اللہ یوں جاری ہے
کہ جب بندہ کسی فعل کا ایسا عزم مصمم کرتا ہے کہ جس کے ساتھ
کوئی تردد یا شائبہ توقف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا
کر دیتا ہے۔ اس طرح اصل فعل کا خالق تو خدا ہے مگر اس فعل
کا وصف یعنی طاعت یا معصیت ہونا بندے کے عزم پر موقوف
ہے مثلاً ایک شخص نے کسی یتیم کے سر پر تھپڑ مارا اس مار کا
خالق خدا ہے مگر اس کا طاعت یا معصیت ہونا اس شخص
کے عزم سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اس کا قصد تادیب تھا تو
طاعت ہے۔ اگر ایذا تھا تو معصیت ہے۔ مگر حسن عزم توفیق
الٰہی پر موقوف ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ
عنہٗ فرماتے ہیں لا جبر و لا قدر ولیکن امر بین امرین یعنی حقیقت
کار جبر و قدر کے درمیان ہے۔ جبریہ کہتے ہیں کہ آدمی کو بالکل
اختیار نہیں۔ اس کی حرکت جمادات کی حرکت کی مثل ہے۔ قدریہ
کہتے ہیں کہ سب کچھ آدمی کے اختیار میں ہے۔ وُہ اپنے کاروبار
میں مستقل اور اپنے افعال کا خالق ہے۔ امام موصوف فرماتے
ہیں کہ یہ دونوں مذہب باطل ہیں۔ مذہب جبر میں تفریط
مذہبِ قدر میں افراط ہے۔ مذہب حق ان دونوں کے درمیان
ہے۔ عقل اس امر متوسط کے دریافت کرنے میں حیران ہے
حقیقت میں یہ حیرانی و سرگردانی اہل بحث و جدال کو ہے
معتقدات کو اپنی عقل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جب

کوئی چیز ان کی عقل میں نہیں آتی اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ مگر اہل ایمان کے لئے اس مدعا کے ثبوت میں دلیل قطعی شریعت و قرآن مجید ہے واللہ خلقکم وما تعملون۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمکو اور تمہارے عمل کو پیدا کیا اس آیت میں حق سبحانہٗ تعالےٰ نے عمل کی نسبت بندوں کی طرف اور عمل کے خلق کی نسبت اپنی طرف کی۔ لہٰذا ہم کو اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عمل و کسب بندے کی طرف سے اور خلق خدا کی طرف ہے اگرچہ ہم اُس کی کُنہہ کو نہ پہنچ سکیں نیز اگر بندے کو اختیار نہ ہو تو شریعت اور امر و نہی سب باطل ٹھیرتے ہیں۔ ہم کو قضا و قدر کا مسئلہ اور بندے کے اختیار کا مسئلہ دونوں شارع علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے معلوم ہیں دونوں پر ایمان لانا چاہیئے۔ اگر اس پر بھی خلجان اور تردد باقی رہے تو اُسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ حقیقت ایمان یہی ہے کہ جو کچھ تم شارع علیہ السلام سے سنو اس کی تصدیق کرو اگر تم ایمان کو اپنی عقل کے حکم پر موقوف رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ تم اپنے اوپر ایمان لائے ہو نہ کہ شارع علیہ السلام پر۔ اس مسئلہ میں زیادہ خوض و بحث منع ہے۔ اس پر ایمان لاکر اپنی نجات کی فکر چاہیئے اور عمل میں کوشش کرنی چاہیئے +

برزخ و قیامت

۱۔ قبر میں مومن صالح کو نعمت و راحت اور کافر و منافق کو عذاب کا ہونا برحق ہے۔ یہاں قبر سے مراد موت اور قیامت برپا ہونے کے درمیان کا زمانہ ہے جسے عالم برزخ بولتے ہیں۔ بعض گنہگار مومنوں کو بھی عذاب

ہوگا ۔
٢ - روح کا قبر میں بندے کے جسم کی طرف عود کرنا حق ہے ۔
٣ - سوال منکر و نکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونے والا ہے ۔
قبر میں دو فرشتے منکر و نکیر آکر سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار
کون ہے تیرا نبی کون ہے اور تیرا دین کیا ہے ۔ مومن ٹھیک جواب
دیتا ہے اور قیامت تک راحت میں رہتا ہے اور کافر ٹھیک جواب
نہیں دے سکتا اور قیامت تک سخت عذاب میں مبتلا رہتا ہے
٤ - قبر کا ضغطہ یعنی قبر کا مردے کو دبانا حق ہے یہ ضغطہ
مومن کے لئے بھی ہے ۔
٥ مرنے کے بعد انسان پھر اس جہان میں کسی اور بدن میں
جنم نہیں لیتا ۔
٦ - قرب قیامت میں جو نشانیاں حضور رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں سب حق ہیں ۔ مثلاً امام مہدی
علیہ السلام کا آنا ۔ دجال کا نکلنا ۔ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے اُترنا ۔ اور دجال و خناز
کو قتل کرنا ۔ اور پھر دین واحد کا ہوجانا ۔ یاجوج ماجوج
نکلنا ۔ مدینہ منورہ کا بے آباد ہونا ۔ خانۂ کعبہ کا گرایا جا
سورج کا مغرب سے نکلنا ۔ دابۃ الارض یعنی ایک عجیب جا
کا نکلنا ۔ ایک ہوا کا چلنا جو ہر مومن کی روح قبض کریگی ۔
لوگوں کا بت پرستی شروع کرنا ۔ قرآن مجید کا اُٹھایا جانا وغیرہ
٧ - جب علامات مذکورۂ بالا کے بعد یہ نوبت آجائیگی ۔ کہ روئے
زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہیگا ۔ تو اللہ تعالےٰ حضرت
اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دیگا ۔ صور کی آواز
صدمے سے تمام جہان فناہ ہوجائیگا ۔ زمین و آسمان کے ٹکڑے

ہوگا +

۲- روح کا قبر میں بندے کے جسم کی طرف عود کرنا حق ہے +

۳- سوال منکر ونکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونے والا ہے۔ قبر میں دو فرشتے منکر ونکیر آکر سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے تیرا نبی کون ہے اور تیرا دین کیا ہے۔ مومن ٹھیک جواب دیتا ہے اور قیامت تک راحت میں رہتا ہے اور کافر ٹھیک جواب نہیں دے سکتا اور قیامت تک سخت عذاب میں مبتلا رہتا ہے

۴- قبر کا ضغطہ یعنی قبر کا مردے کو دبانا حق ہے یہ ضغطہ مومن کے لئے بھی ہے +

۵ مرنے کے بعد انسان پھر اس جہان میں کسی اور بدن میں جنم نہیں لیتا +

۶- قرب قیامت میں جو نشانیاں حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں سب حق ہیں۔ مثلاً امام مہدی علیہ السلام کا آنا۔ دجال کا نکلنا۔ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے اُترنا۔ اور دجال و خناز کو قتل کرنا۔ اور پھر دین واحد کا ہو جانا۔ یاجوج ماجوج نکلنا۔ مدینہ منورہ کا بے آباد ہونا۔ خانۂ کعبہ کا گرایا جا سورج کا مغرب سے نکلنا۔ دابۃ الارض یعنی ایک عجیب جا کا نکلنا۔ ایک ہوا کا چلنا جو ہر مومن کی روح قبض کریگی۔ لوگوں کا بت پرستی شروع کرنا۔ قرآن مجید کا اُٹھایا جانا وغیرہ

۷- جب علامات مذکورۂ بالا کے بعد یہ نوبت آجائیگی۔ کہ روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہیگا۔ تو اللہ تعالےٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دیگا۔ صور کی آواز صدمے سے تمام جہان فناہ ہو جائیگا۔ زمین و آسمان کے ٹکڑے

ہو جائیں گے۔ چاند سورج اور تمام ستارے ٹوٹ کر گر پڑینگے۔ دریا خشک ہو جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ سوائے ذات باری تعالےٰ کے اور کوئی باقی نہ رہیگا۔ اُس وقت اللہ تعالےٰ فرمائیگا۔ لمن الملك اليوم آج سلطنت کسی ہے پھر خود ہی جواب دے گا۔ لله الواحد القهّار۔ یعنی اس ایک اللہ کی جو قہّار ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد بارِ دیگر نئے آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے اس کی آواز سے سب مردوں کی وہی جسم دوبارہ بن جائینگے۔ اور زندہ ہو کر قبروں سے اُٹھینگے۔ اسی کو قیامت کہتے ہیں ؂

۸۔ قیامت کے جو واقعات قرآن مجید میں مذکور ہیں یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں سب حق ہیں مثلاً مُردوں کا ان ہی اجساد کے ساتھ زندہ ہو کر اُٹھنا۔ آفتاب کا زمین کے قریب آجانا۔ حساب اعمال ہونا۔ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو ملنا۔ نیکیاں نہ ہوں تو مظلوم کی بدیاں ظالم کی گردن پر رکھنا۔ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کا نیک و بد اعمال کی گواہی دینا۔ نیکوں کو نامۂ اعمال سامنے کی طرف سے دائیں ہاتھ میں ملنا۔ اور بدوں کو پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں ملنا۔ پھر اعمال کا ترازو میں تلنا۔ پھر پُلِ صراط پر سے گزرنا جو تلوار سے تیز اور بالکل دوزخ پر رکھا ہوگا۔ مومنوں کا اپنے مرتبے کے موافق کسی کا بجلی کی طرح کسی کا دوڑتے گھوڑے کی طرح کسی کا اڑتے پرندے کی طرح کسی کا معمولی چال سے عبور کر جانا۔ اور کفار و منافقین کا کٹ کٹ کر دوزخ میں گرنا۔ پھر حوض کوثر کے لذیذ و سرد پانی کے پینے سے مومنوں کی سب کلفتوں کا دور ہونا۔ اور جنت میں داخل

ہونا وغیرہ وغیرہ ؀

۹- کفار اور منافق ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور صالح مومنین ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔ گنہگار مومنین بھی بقدر جرم سزا بھگت کر یا شفاعت شافعین سے یا محض رحمتِ الٰہی سے ہمیشہ کے لئے بہشت میں جائیں گے ؀

۱۰- بہشت و دوزخ اس وقت بھی موجود ہیں جن کی جگہ اللہ جل شانہٗ جانتا ہے ؀

۱۱- حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شفاعت اہل صغائر و کبائر کے لئے حق ہے۔ جہاں آیات شریفہ میں شفاعت کی نفی واقع ہے وہ اللہ تعالےٰ کی عدم اجازت اور عدم رضا سے مقید ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ و آلہ کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیاء اور سماء اور شہداء بھی شفاعت فرمائیں گے ؀

۱۲- بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تم بے شک اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو اس حدیث میں مقصود رویت کی تشبیہ رویت سے ہے نہ کہ مرئی (جو دیکھا جائے) کی تشبیہ مرئی سے۔ دیدار الٰہی میں بہ۱ مقابلہ و مواجہہ و قرب و بعد نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ جہت و مقابلہ و مسافت سے منزہ ہے وہاں بصر کو بصیرت کی قوت حاصل ہوگی جو کچھ آج دل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں کل کو سر کی آنکھ سے

بہ۱ کسی چیز کے دیکھنے کے لئے یہ شرطیں ہیں۔ وہ چیز دیکھنے والے کی جہت میں ہو۔ اور اس کے مقابل و محاذی ہو ۔ اور دونوں کے درمیان مسافت مقررہ ہو نہ نہایت قریب نہ نہایت بعید ۱۲ ؀

ہونا وغیرہ وغیرہ *

۹- کفار اور منافق ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور صالح مومنین ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔ گنہگار مومنین بھی بقدر جرم سزا بھگت کر یا شفاعت شافعین سے یا محض رحمتِ الٰہی سے ہمیشہ کے لئے بہشت میں جائیں گے *

۱۰- بہشت و دوزخ اس وقت بھی موجود ہیں جن کی جگہ اللہ جلّ شانہُ جانتا ہے *

۱۱- حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شفاعت اہل صغائر و کبائر کے لئے حق ہے۔ جہاں آیات شریفہ میں شفاعت کی نفی واقع ہے وہ اللہ تعالےٰ کی عدم اجازت اور عدم رضا سے مقید ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ و آلہ کے بعد دیگر انبیاء علیہم السّلام اور ملائکہ اور اولیاء اور علماء اور شہداء بھی شفاعت فرمائیں گے *

۱۲- بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تم بے شک اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو اس حدیث میں مقصود رویت کی تشبیہ رویت سے ہے نہ کہ مرئی (جو دیکھا جائے) کی تشبیہ مرئی سے۔ دیدار الٰہی میں مقابلہ و مواجہہ[1] و قرب و بعد نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ جہت و مقابلہ و مسافت سے منزّہ ہے وہاں بصر کو بصیرت کی قوت حاصل ہوگی جو کچھ آج دل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں کل کو سر کی آنکھ سے

---

[1] کسی چیز کے دیکھنے کے لئے یہ شرطیں ہیں۔ وہ چیز دیکھنے والے کی جہت میں ہو۔ اور اس کے مقابل و محاذی ہو۔ اور دونوں کے درمیان مسافتِ مقررہ ہو نہ نہایت قریب نہ نہایت بعید ۱۲ *

دیکھیں گے بالجملہ اہل ایمان آج اسے بے کیف و بے چگوں جانتے ہیں کل کو اسے بے کیف دیکھیں گے۔ موقف حشر سے کافر و منافق بھی اُسے دیکھیں گے مگر جلالی صفت میں۔ اس کے بعد وُہ محجوب ہوجائیں گے۔ تاکہ حسرت و عذاب زیادہ ہو۔ واضح رہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تو بہشت و ماسوائے بہشت سب برابر ہیں۔ کیونکہ اس کی مخلوق ہیں۔ اسے کسی میں حلول و تمکن نہیں۔ ہاں بعض مخلوقات کو انوار واجبی کے ظہور کی لیاقت نہیں اور بعض کو ہے۔ چنانچہ آئینہ میں صورتوں کے ظہور کی لیاقت ہے مگر سنگ و کلوخ میں نہیں۔ اسی طرح بہشت میں دولتِ دیدار کے ظہور کی لیاقت ہے۔ مگر اس دنیا میں نہیں۔ لہذا اس دنیا میں رویتِ الٰہی واقع نہیں۔ جو شخص اس عالم میں رویت کے وقوع کا قائل ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ ہمارے آقائے نامدار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جو اس دولت سے مشرف ہوئے اس کا وقوع دنیا میں نہ تھا۔ بلکہ آپ دنیا سے نکل کر آخرت سے ملحق ہوگئے تھے۔ وہاں رویتِ الٰہی بچشم سر وقوع میں آئی۔

تکملہ

خلافت و ولایت۔

۱۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں سے افضل و بہتر ہے جیسا کہ قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت ہے۔

۲۔ آپ کے صحابہ کرام آپ کی باقی امت سے افضل ہیں۔

۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ و امام برحق حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ۔ پھر حضرت عثمان ذی النورین رضؓ۔ پھر حضرت علی مرتضےٰ

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ۔

۴۔ یہ چار خلیفے باقی صحابۂ کرام سے افضل ہیں اور اُن کی فضیلت بترتیب خلافت ہے یعنی افضل اصحاب حضرت ابو بکر رضؓ پھر حضرت عمر فاروق رضؓ۔ پھر حضرت عثمان ذی النورین رضؓ پھر حضرت علی مرتضےٰ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ۔ فضیلت سے مراد یہاں کثرت ثواب ہے عند اللہ تعالےٰ ۔ دو شخصوں میں افضلیت کے وجود بہت سے ہو سکتے ہیں ۔ مثلاً زیادتِ علم ۔ شرف نسب ۔ قوتِ ملکاتِ نفسانیہ ۔ مثلِ شجاعت ۔ شہامت وغیرہ مگر یہاں افضلیت ایک خاص وجہ کثرتِ ثواب سے ہے ۔ کثرت ثواب کے اسباب وہ معاصر و فضائل ہیں جن کے منافع و نتائج دین اسلام کی طرف راجع ہوں ۔ مثلاً سبقت ایمان ۔ نصرتِ دین ۔ تقویت اسلام ۔ امداد مسلمانان ۔ کثرتِ خیرات ۔ مبرات وہدایت مردمان ۔ یہہ صفات حضرت صدیق اکبر رضؓ کی ذات میں دیگر اصحاب کی نسبت زیادہ تھیں ۔ لہٰذا وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں ۔ باقی کو اس پر قیاس کرنا چاہیئے ۔

۵۔ خلفائے اربعہ کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کو فضیلت ہے عشرہ مبشرہ کے اسماء مبارک یہہ ہیں ۔ خلفاء اربعہ ۔ طلحہ ۔ زبیر ۔ عبد الرحمن بن عوف ۔ سعد بن ابی وقاص ۔ سعید بن زید ۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ۔

۶۔ عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر کو فضیلت ہے پھر اہلِ احد کو ۔ پھر اہلِ بیعت الرضوان کو ہے ۔

۷۔ عشرہِ مبشرہ ۔ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضؓ ۔ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضرات

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ۔
۴۔ یہ چار خلیفے باقی صحابۂ کرام سے افضل ہیں اور اُن کی فضیلت بترتیب خلافت ہے یعنی افضل اصحاب حضرت ابوبکر رضؓ پھر حضرت عمر فاروق رضؓ۔ پھر حضرت عثمان ذی النورین رضؓ پھر حضرت علی مرتضےٰ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ۔ فضیلت سے مراد یہاں کثرت ثواب ہے عند اللہ تعالےٰ۔ دو شخصوں میں افضلیت کے وجوہ بہت سے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً زیادتِ علم۔ شرف نسب۔ قوتِ ملکاتِ نفسانیہ۔ مثلِ شجاعت۔ شہامت وغیرہ مگر یہاں افضلیت ایک خاص وجہ کثرتِ ثواب سے ہے۔ کثرت ثواب کے اسباب وہ محاسن و فضائل ہیں جن کے منافع و نتائج دین اسلام کی طرف راجع ہوں۔ مثلاً سبقت ایمان۔ نصرتِ دین۔ تقویت اسلام امداد مسلمانان۔ کثرتِ خیرات۔ مبرات وہدایت مردمان۔ یہہ صفات حضرت صدیق اکبر رضؓ کی ذات میں دیگر اصحاب کی نسبت زیادہ تھیں۔ لہٰذا وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ باقی کو اس پر قیاس کرنا چاہیئے ۔

۵۔ خلفائے اربعہ کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کو فضیلت ہے عشرہ مبشرہ کے اسماء مبارک یہہ ہیں۔ خلفاء اربعہ۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعید بن زید۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

۶۔ عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر کو فضیلت ہے پھر اہلِ احد کو۔ پھر اہلِ بیعت الرضوان کو ہے ۔

۷۔ عشرہ مبشرہ۔ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضؓ۔ ام المومنین رضؓ خدیجۃ الکبرےٰ رضؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ۔ حضرات

امام حسن و امام حسین - اصحاب بدر - اور اصحاب بیعت الرضوان رضی اللہ تعالےٰ قطعی جنتی بلکہ گنہگاران امت کے تکیہ گاہ ہیں - رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ۔

۸- صحابہ کرام اور اہل بیت عظام میں سے کسی پر طعن کرنا رافضی بننا اور دخول دوزخ کا مستحق ہونا ہے - سب کی تعظیم و توقیر امت پر فرض اہم ہے - اصحاب کرام کے باہم جھگڑے نفسانی اغراض سے نہ تھے - بلکہ محض دین کی خاطر تھے - اگر کسی سے خطا ہوگئی تو وہ خطا اجتہادی تھی - جس پر وہ ایک اجر کا مستحق ضرور ہے ۔

۹- مسلمانوں پر اپنا امام یعنی شرعی سردار یا حاکم مقرر کرنا واجب ہے ۔

۱۰- امام میں یہ باتیں ہونی چاہئیں کہ وہ مسلمان - عاقل - بالغ - مرد - آزاد - قریشی - تنفیذ احکام و حفظ حدود دار اسلام پر قادر اور لوگوں پر ظاہر ہو - یہ شرط نہیں کہ وہ ہاشمی ہو یا علوی ہو یا معصوم ہو ۔

۱۱- گناہ کرنے سے امام معزول نہیں ہو جاتا بلکہ معزولی کا مستحق ہو جاتا ہے - اگر خوف فساد نہ ہو ۔

۱۲- اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں - صحابۂ کرام اولیاء امت کے سردار اور شرفِ صحبت کے باعث ولایت خاصہ پر ممتاز ہیں - ان سے بھی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں ۔

۱۳- عامہ مسلمین بھی عالم برزخ میں زندوں کا سلام و کلام سنتے ہیں ۔

۱۴- کسی ولی یا کامل سے بشرطِ ثبات عقل و حواس شریعت کی پابندی اُٹھ نہیں جاتی ۔

۱۵- حقیقت ولایت یہ ہے کہ جب کسی نیک بندے

کو ایمان و اعمال نیک کے علاوہ اسماء و صفاتِ الٰہی کا تعیین و عرفان بطور وجدان و برکت ذکر تلاوت و صوم حج صلوٰۃ وہبی طور پر عطا ہوتا ہے تو مقامات ذیل اس کے سینۂ پاک میں پیدا ہوتے ہیں۔ اخلاص۔ تواضع۔ توبہ۔ زہد۔ صبر و شکر۔ خوف۔ رجا۔ توکل۔ رضا۔ فقر۔ معیت پس وہ ماسوائے حق سے روگردان ہوتا ہے اور خوف و رجا میں مستغرق۔ اس حالت میں ان مقامات کے آثار افراد بشر پر دو طرح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خوارق و تربیت مریدان۔ پس اس کو وحی و عصمت کی بجائے (جو کہ خواص انبیاء میں سے ہیں) کشف صادق اور گناہوں سے محفوظیت عطا ہوتی ہے۔ جس کے باعث وارث انبیاء و خلیفہ برحق قرار پاتا ہے اور لفظ ولی کا مصداق ہوتا ہے ؛

۱۶۔ صوفیائے کرام کے سلسلے جو مسلسل حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے متصل ہیں ان کے معارف و مقامات سرتاپا انوار رسالت سے ماخوذ ہیں۔ ان میں تربیت مریدین کے طریقے مقامات مذکورہ پر مبنی ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ کشف صادق سے غائبین کے حال پر مطلع ہو کر ان کی ویسی ہی تربیت فرماتے ہیں جیسے حاضرین کی ؛

۱۷۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ وظائف بغرضِ استمداد و طلب ہمت و دعا جائز و صادق ہیں ایسے وظائف کا انکار کرنا جہالت ہے اور ان کو شرک وغیرہ سے تعبیر کرنا ظلم اور ضلالت ہے ؛

۱۸۔ مشائخ کی صورتِ مبارک کا خیال مریدین کے خطرات و احادیث نفس کے قطع کرنے میں وہی کام کرتا ہے جو قفل فاروقی

کو ایمان و اعمال نیک کے علاوہ اسماء صفاتِ الٰہی کا تعین و عرفان بطور وجدان و برکت ذکر تلاوت و صوم و صلوٰۃ وہبی طور پر عطا ہوتا ہے تو مقامات ذیل اس کے سینئے پاک میں پیدا ہوتے ہیں۔ اخلاص۔ تواضع۔ توبہ۔ زہد۔ صبر و شکر۔ خوف۔ رجا۔ توکل۔ رضا۔ فقر معیت جس سے وہ ماسوائے حق سے روگردان ہوتا ہے اور خوف و رجا میں مستغرق۔ اس حالت میں ان مقامات کے آثار افراد بشر پر دو طرح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خوارق و تربیت مریدان۔ پس اس کو وحی و عصمت کی بجائے (جو کہ خواص انبیاء میں سے ہیں) کشف صادق اور گناہوں سے محفوظیت عطا ہوتی ہے۔ جس کے باعث وارث انبیاء و خلیفہ برحق قرار پاتا ہے اور لفظ ولی کا مصداق ہوتا ہے ؏

۱۶۔ صوفیائے کرام کے سلسلے جو مسلسل حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے متصل ہیں ان کے معارف و مقامات سرتاپا انوار رسالت سے ماخوذ ہیں۔ ان میں تربیت مریدین کے طریقے مقامات مذکورہ پر مبنی ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ کشف صادق سے غائبین کے حال پر مطلع ہو کر ان کی ویسی ہی تربیت فرماتے ہیں جیسے حاضرین کی ؏

۱۷۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ وظائف بغرض استمداد و طلب ہمت و دعا جائز و صادق ہیں ایسے وظائف کا انکار کرنا جہالت ہے اور ان کو شرک وغیرہ سے تعبیر کرنا ظلم اور ضلالت ہے ؏

۱۸۔ شیخ کی صورتِ مبارک کا خیال مریدین کے خطرات و احادیث نفس کے قطع کرنے میں وہی کام کرتا ہے جو قفل فاروقی

شیطان کے دور کرنے میں۔ ان مشائخ کی صورت مثالی نفس مرید کے جذبات کو مٹانے میں بُرہانِ قاطع ہے۔

۱۹- استفادہ باطنی کا طریق اور بیعت جو مشائخ کرام کا معمول ہے ہر ایک مومن طالب کمال ایمان کے لئے سنت اور ضروری ہے۔

۲۰- خاص معمولات مشائخ اور کیفیات اذکار و ریاضات اصول دین سے ماخوذ ہیں بعض اجتہاد سے اور بعض کشف سے۔

۲۱- ذکر جہر و سِر شرعاً ثابت اور قرب و حصول محبتِ الٰہی کا باعث ہے۔

۲۲- حمد الٰہی اور نعت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور مدح بزرگان و اولیاءِ کرام اور اشعار متعلق عشقِ الٰہی کا خوش آوازی سے سنکر محبتِ الٰہی بھڑکانا شرعاً مباح و مستحسن ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔

۲۳- عبادات بدنی و مالی کا ثواب ہدیہ ارواح مقدسہ انبیاء و اولیاء و دیگر اہل ایمان کرنا ثابت ہے اور اس کا مطلقاً انکار بدعت ہے۔

۲۴- بالخصوص بروز وفات اولیاء ثواب طعام و کلام سے فاتحہ رسانی برکتیں نازل ہونے اور ایمان تازہ ہونے کا باعث ہے۔

کفر و شرکت و بدعت

۱- اگر کوئی شخص خدائے تعالےٰ کا انکار کرے یا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے عام اس سے کہ وہ خدا تعالےٰ کا قائل ہو یا نہ ہو۔ یا ان احکام کا جو اللہ تعالےٰ یا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ثابت ہوں انکار

کرے تو وہ کافر ہے اور اس کا یہ فعل کفر کہلاتا ہے۔ ایسے
احکام کا ثبوت تین طرح سے ہوتا ہے۔

(۱) آیت کے معانی جو حسب محاورۂ عرب قطعی طور پر مفہوم
ہوں۔ (۲) حدیث متواتر کے معانی قطعیہ حسب لغت و
محاورہ۔ (۳) اجماع مجتہدین امت راشدہ جو قطعی ہو۔
جو اِن تین طریقوں سے جو بات ثابت ہو اس کا ظاہر و
باطن میں تسلیم کرنا مومن کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ بصورت
انکار صریح بلا تاویل فقہاء کے نزدیک مطلقاً کفر کی تاریکی
میں مبتلا ہوتا ہے۔ جو شخص بلا وجہ حق واضح میں بے محل
تاویل کو بہانہ انکار قائم کرے کافر ہے۔

۲۔ ارکان ایمان و اسلام و ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار
قولاً یا فعلاً کفر ہے۔

۳۔ ملائکہ سے مراد قوائے انسانی قرار دینا اور قوتِ نظریہ نبی
علیہ السلام کو جبرائیل ماننا خلاف نص و اجماع اور کفر قطعی
ہے کیونکہ یہہ ضروریات دین کا انکار ہے۔

۴۔ حشر اجساد اور نعیم جنت کی کیفیت جس تفصیل سے
کلام شارع علیہ السلام میں وارد ہے۔ اس کا بلا تاویل تسلیم
کرنا ضروری ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

۵۔ حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی
کی بعثت کو جائز ماننا یا اس کو ختم نبوت میں مخل نہ جاننا
کفر ہے۔

۶۔ مطلقاً احادیث کا واجب الاطاعت نہ سمجھنا کفر ہے۔

۷۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں بے ادبی
قولاً فعلاً ہتک یا تحقیر کفر ہے۔

۸- کاہن جو غیب دانی کا دعوے کرے اس کی تصدیق کرنا اور اس کی بات کو سچ سمجھنا کفر ہے اسی طرح نجومی کی تصدیق کرنا بھی کفر ہے +

۹- کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیئے۔ بشرطیکہ وہ ضروریات دین میں کسی کا منکر نہ ہو +

۱۰- حرام کو حلال جاننا کفر ہے +

۱۱- جو شخص کئی خدا مانے یا غیر خدا کو عبادت کا مستحق جانے وہ مشرک ہے اور اس کے اس فعل کا نام شرک ہے +

۱۲- شرک و کفر بلحاظ نتیجہ ایک ہیں دونوں کا مرتکب ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائے گا +

۱۳- شرک کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ خاص بندگان خدا کی ان صفات (کشف بلا و شدت - استجابت دعا - تسخیر وغیرہ) کو جو عام انسانوں میں نہیں پائی جاتیں جناب باریتعالےٰ کی صفتوں کے برابر خیال کیا جائے۔ اور بنا بریں ان کے سامنے اسی نیت سے عجز و نیاز کے افعال ادا کئے جائیں +

۱۴- محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان و شرائع میں خواص بشر کے لئے ثابت کی گئی ہے۔ اُس کو ایسا منصب خیال کرنا کہ جس سے بندہ خود مختار ہو کر تصرفات الٰہیہ کو معاذ اللہ مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الٰہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں درحقیقت عنایت الٰہیہ کا ظہور جاننا ایمان و توحید ہے +

۱۵- اولیاء اللہ کی کرامات کو بلا ذریعہ عطیہ الٰہی تسلیم کرنا شرک ہے۔ اسی طرح باطنی روشنی سے اولیاء اللہ کو غیب کی باتوں پر بلا اطلاع الٰہی مطلع تسلیم کرنا شرک

ہے۔ ہاں بذریعۂ قوائے روحانی و ناسوتی جو انبیاء اولیاء
کو عطا ہوتی ہیں۔ ان امور کا مظہر تسلیم کرنا عین ایمان
ہے ۔

۱۶۔ بندوں کی صفات کو پروردگار کی صفات سے شریک
کرنے والا مشرک ہے۔ اور ان کا مطلقاً منکر گمراہ اور
بدعتی ہے اور ہر ایک کے حقوق کا نگاہ رکھنے والا سیدھے
راستے پر ہے ۔

۱۷۔ بدعت کے لفظی معنے نئی پیدا کی ہوئی بات ہیں۔
دین میں نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ جو امور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ
سب بدعت ہیں ان میں سے جو اصول و قواعد شریعت
کے موافق ہو اسے بدعتِ حسنہ بولتے ہیں جو اصول
و قواعد شریعت کے مخالف ہو وہ بدعت سیئہ ہے۔
بعض بدعتیں واجب ہیں جیسا کہ صرف و نحو کا سیکھ
اور سکھانا کیونکہ اس سے قرآن مجید و حدیث شریف
کی سمجھ آتی ہے۔ بعض مستحسن و مستحب ہیں۔ جیسا ک
سرائے۔ مسافر خانے اور دینیات کے مدرسے بنانا ۔
تدوین حدیث اور تدوین فقہ ۔

۱۸۔ بعض مباح ہیں جیسا کہ لذیذ کھانوں اور لباس
فاخرہ میں فراخی بشرطیکہ وہ حلال ہوں اور تکبر
مفاخرت کا باعث نہ ہوں۔ بعض مکروہ ہیں جیسا ک
ظالم کے ہاتھ کو بوسہ دینا۔ بعض حرام ہیں جیسا کہ مذا
اہلِ بدعت و ہوا جبریہ و قدریہ و مرجئیہ ۔

ہے۔ ہاں بذریعۂ قوائے روحانی و ناسوتی جو انبیاء اولیاء کو عطا ہوتی ہیں۔ ان امور کا مظہر تسلیم کرنا عین ایمان ہے ٭

۱۶- بندوں کی صفات کو پروردگار کی صفات سے شریک کرنے والا مشرک ہے۔ اور ان کا مطلقاً منکر گمراہ اور بدعتی ہے اور ہر ایک کے حقوق کا نگاہ رکھنے والا سیدھے راستے پر ہے ٭

۱۷- بدعت کے لفظی معنے نئی پیدا کی ہوئی بات ہیں۔ دین میں نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ جو امور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سب بدعت ہیں ان میں سے جو اصول و قواعد شریعت کے موافق ہو اسے بدعتِ حسنہ بولتے ہیں جو اصول و قواعد شریعت کے مخالف ہو وہ بدعت سیئہ ہے۔ بعض بدعتیں واجب ہیں جیسا کہ صرف و نحو کا سیکھنا اور سکھانا کیونکہ اس سے قرآن مجید و حدیث شریف کی سمجھ آتی ہے۔ بعض مستحسن و مستحب ہیں۔ جیسا کہ سرائے۔ مسافر خانے اور دینیات کے مدرسے بنانا۔ تدوین حدیث اور تدوین فقہ ٭

۱۸- بعض مباح ہیں جیسا کہ لذیذ کھانوں اور لباس فاخرہ میں فراخی بشرطیکہ وہ حلال ہوں اور تکبر و مفاخرت کا باعث نہ ہوں۔ بعض مکروہ ہیں جیسا کہ ظالم کے ہاتھ کو بوسہ دینا۔ بعض حرام ہیں جیسا کہ مذاہب اہلِ بدعت و ہوا جبریہ و قدریہ و مرجئیہ ٭

گناہِ صغیرہ و کبیرہ

۱- گناہ دو قسم کے ہیں - صغیرہ اور کبیرہ - کبیرہ وہ گناہ ہے جس کا گناہ ہونا دلیل یقینی اور نص قطعی سے معلوم ہو اور اُس پر وعید آیا ہو - صغیرہ وہ گناہ ہے جو ایسا نہ ہو - مثلاً کسی اجنبی عورت کو بُری نگاہ سے دیکھنا - کبیرہ کی مثالیں یہ ہیں - خدائے تعالےٰ کا شریک ٹھیرانا - ناحق خون کرنا - زنا کرنا - لواطت کرنا - پارسا عورت کو جو کسی مرد کے نکاح میں ہو زنا کی تہمت دینا - بلا عذر شرعی جہاد میں سے بھاگ آنا - جادو کرنا - یتیم کا مال ناحق کھانا - ماں باپ کی نافرمانی کرنا - سود کھانا - چوری کرنا - شراب پینا - سوور کا گوشت کھانا - جھوٹی گواہی دینا - بلا عذر شرعی رمضان شریف کا روزہ نہ رکھنا - نماز نہ پڑھنا - زکوٰۃ نہ دینا - جھوٹی قسم کھانا - صحابہ کرام کو گالی دینا - رشوت لینا - قرآن مجید کو پڑھ کر بھلا دینا - کسی جاندار کو آگ میں جلانا - بیوی کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا - خاوند کا اپنی بیوی پر ظلم کرنا - علماء و حفاظ قرآن کی اعانت نہ کرنا - خدائے تعالےٰ کے عذاب سے بے خوف ہو جانا - وغیرہ وغیرہ +

۲- صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے اور کبیرہ پر اصرار رفتہ رفتہ کفر تک پہنچا دیتا ہے العیاذ باللہ +

۳- کفر و شرک سے ایمان زائل ہو جاتا ہے - اگر زندگی میں باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو آخرت میں وہ کسی طرح معاف نہ ہوگا اور اس کی سزا

ابدی جہنم ہے۔ باقی گناہوں میں سے کسی کے ارتکا
سے ایمان نہیں جاتا۔ ہاں بندہ عاصی ہو جاتا ہے۔ عا
کے دو قسم ہیں تائب و غیر تائب۔ تائب بالاتفاق
ہمیشہ بہشت میں رہیگا۔ غیر تائب اللہ تعالیٰ کی مشی
میں ہے۔ اگر چاہے بقدرِ معصیت عذاب دے۔ اور
پھر دوزخ سے نکال کر بہشت میں بھیج دے۔ او
چاہے تو اسے شفاعت سے یا بے شفاعت معاف
کرکے بغیر عذاب کے بہشت میں بھیج دے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ
مَا یَشَاءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْد +

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والصلو
والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اصح
اجمعین +

تص[دیق]

میں تمام مندرجۂ بالا عقائد اہل السنت والجماعۃ بقید مذہب ح
باتباع سلفِ صالحین کو حلفًا و ایمانًا صحیح و درست تسلیم
اور مجلس نعمانیہ ہند کی ممبری قبول کرتا ہوں +

العب[د]

(نام تصدیق کنندہ) [illegible]

(ولدیت) [illegible]

(پیشہ) [illegible]

(پتہ بقید شہر و محلہ) [illegible]

[illegible]

175

ابدی جہنم ہے۔ باقی گناہوں میں سے کسی کے ارتکاب سے ایمان نہیں جاتا۔ ہاں بندہ عاصی ہو جاتا ہے۔ عاصی کے دو قسم ہیں تائب و غیر تائب۔ تائب بالاتفاق ہمیشہ بہشت میں رہیگا۔ غیر تائب اللہ تعالےٰ کی مشیت میں ہے۔ اگر چاہے بقدرِ معصیت عذاب دے۔ اور پھر دوزخ سے نکال کر بہشت میں بھیج دے۔ اور چاہے تو اسے شفاعت سے یا بے شفاعت معاف کرکے بغیر عذاب کے بہشت میں بھیج دے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْد +

وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمّد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین +

تصدیق

میں تمام مندرجہ بالاعقائد اہل السنّت والجماعۃ بقید مذہب حنفی باتباع سلفِ صالحین کو حلفًا و ایمانًا صحیح و درست تسلیم کرتا ہوں اور مجلس نعمانیہ ہند کی ممبری قبول کرتا ہوں +

العبد

(نام تصدیق کنندہ) [illegible]

(ولدیت) [illegible]

(پیشہ) [illegible]

(پتہ بقید شہر و محلہ) [illegible]

[illegible]

135